ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

31
www.tanzeem.org
مسلسل اشاعت کا
32 واں سال
تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

27 محرم تا 3 صفر المظفر 1445ھ / 15 تا 21 اگست 2023ء
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ
بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بقائے پاکستان

نفاذِ عدلِ اسلام۔مہم
(11 اگست تا 3 ستمبر 2023ء)

پاکستان کی بقا،
خوشحالی اور استحکام کا لازمہ عدل
اسلام کے ذریعہ ہر ظلم کا خاتمہ

فرسودہ نظام سے نجات کا راستہ
پُرامن، منظم تحریک کے ذریعہ
اسلامی انقلاب

دین اسلام
سیاسی، معاشی اور
معاشرتی عدل کا ضامن

عادل حکمران روزِ قیامت
اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ
میں ہوگا۔ (بخاری)

جو احکام الٰہی کے مطابق فیصلے نہیں
کرتے وہی کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔
(سورۃ المائدہ: 44، 45، 47)

www.tanzeem.org تنظیمِ اسلامی

اس شمارے میں

ہم سب مجرم ہیں
معاشرے میں بڑھتے ہوئے شرمناک واقعات
دہشت گردی کی نئی لہر، وجوہات اور سدباب
بقائے پاکستان نفاذِ عدلِ اسلام
زمانہ چال قیامت کی چل گیا
ہماری دعوت کا اوّلین میدان ہمارا گھر

ملکۂ سبا کا وزیروں سے مشورہ

سُورۃُ النَّمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 31 تا 33

اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَیَّ وَ اۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتۡ یٰۤاَیُّہَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۚ
مَا کُنۡتُ قَاطِعَۃً اَمۡرًا حَتّٰی تَشۡہَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّۃٍ وَّ
اُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ ۬ۙ وَّ الۡاَمۡرُ اِلَیۡکِ فَانۡظُرِیۡ مَاذَا تَاۡمُرِیۡنَ ﴿۳۳﴾

آیت: ۳۱ ﴿اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَیَّ وَ اۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۱﴾﴾ ’’یہ کہ میرے مقابلے میں تم لوگ سرکشی نہ کرو اور مطیع ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔‘‘

آیت: ۳۲ ﴿قَالَتۡ یٰۤاَیُّہَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۚ مَا کُنۡتُ قَاطِعَۃً اَمۡرًا حَتّٰی تَشۡہَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾﴾ ’’اُس نے کہا: اے سردارو! میرے اس معاملے میں آپ لوگ مجھے مشورہ دیں۔ مَیں کسی معاملے میں بھی حتمی فیصلہ نہیں کرتی جب تک آپ لوگ موجود نہ ہوں۔‘‘

آیت: ۳۳ ﴿قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّۃٍ وَّ اُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ ۬ۙ﴾ ’’انہوں نے کہا: ہم طاقتور بھی ہیں اور زبردست جنگی صلاحیت والے بھی‘‘

﴿وَّ الۡاَمۡرُ اِلَیۡکِ فَانۡظُرِیۡ مَاذَا تَاۡمُرِیۡنَ ﴿۳۳﴾﴾ ’’اور فیصلے کا اختیار تو آپ ہی کے پاس ہے‘ چنانچہ آپ خود دیکھ لیں کہ کیا حکم دیتی ہیں۔‘‘

درس حدیث

احکامِ الٰہی پر عمل

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اِنَّکُمۡ فِیۡ زَمَانٍ مَنۡ تَرَکَ مِنۡکُمۡ عُشۡرَ مَا اُمِرَ بِہٖ ھَلَکَ. ثُمَّ یَاۡتِیۡ زَمَانٌ مَنۡ عَمِلَ مِنۡکُمۡ بِعُشۡرِ مَا اُمِرَ بِہٖ نَجَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا: ’’تم اِس وقت ایسے زمانے میں ہو کہ جو کوئی اس زمانے میں احکامِ الٰہی کے (بڑے حصہ پر عمل کرے، صرف) دسویں حصہ پر عمل ترک کر دے تو وہ ہلاک ہو جائے گا (اس کی خیر نہیں) اور بعد میں ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ جو کوئی اُس زمانہ میں احکامِ الٰہی کے صرف دسویں حصہ پر عمل کرلے تو وہ نجات کا مستحق ہوگا۔‘‘

تشریح: اس حدیث سے عہدِ رسالت اور مابعد کے فرق کا پتہ چلتا ہے۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا چرچا اتنی شدت اور کثرت کے ساتھ تھا کہ ذرا سی لغزش بھی ہلاکت وتباہی کا باعث بن سکتی تھی لیکن زمانہ آخر میں جب داعیانِ دین اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والوں میں اضمحلال پیدا ہو جائے گا تو اس وقت اتنا فرق ہو جائے گا کہ اگر کوئی آدمی احکام کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرے تو یہ اس کی نجات کے لیے کافی ہوگا۔

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم سب مجرم ہیں

ایک ایڈیشنل سیشن جج کی اہلیہ نے اپنی گھریلو ملازمہ پر جو بہیمانہ ظلم کیا اور جس درندگی کا مظاہرہ کیا ہے، ہمیں تو لغت میں ایسے الفاظ نہیں مل سکے کہ ہم دعویٰ کر سکیں کہ ہم نے مذمت کا حق ادا کر دیا ہے اور اصل صورتِ حال کی صحیح صحیح عکاسی کر سکیں ۔ یہ انتہا درجہ کا ظلم ہے جو قابلِ بیان نہیں ، لیکن کیا معاشرے میں وقوع پذیر ہونے والا یہ انوکھا اور ورطہ حیرت میں ڈال دینے والا واقعہ ہے اور کیا معاشرے کی مجموعی تصویر کچھ اور یعنی مختلف ہے اور کیا یہ واقعہ معاشرے کے رجحانات اور اس کی عمومی ذہنیت کا جائزہ پیش نہیں کر رہی ۔ ان تمام سوالوں کا جواب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ کُل معاشرہ ہی ظلم اور لاقانونیت کی بنیادوں پر اُستوار ہو چکا ہے تو پھر اُس ظالم خاتون کو الگ کر کے اکیلے کیسے واحد ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے ۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر جرم میں کسی نہ کسی فرد کا مرکزی اور اہم رول ہوتا ہے ۔ جو ظالم معاشرے کی ایک اکائی کی حیثیت سے نامزد مجرم ادا کرتا ہے ۔ اِس ظلم کے ارتکاب میں جج کی اہلیہ مرکزی مجرم ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر سرزد ہونے والے جرم کا کوئی پس منظر، کوئی ماحول ہوتا ہے ۔ مجرم کی محرومیاں یا اُس کی بے پناہ طاقت ہوتی ہے جو جرم کے سرزد ہونے کا باعث بنتی ہے ۔ ظلم اور عدل مکمل طور پر ایک دوسرے کی ضد اور متضاد ہیں ۔ ظلم کا مداوا صرف اور صرف عدل سے ممکن ہے ، لیکن عدل ایک مکمل پیکج ہے ۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ اجتماعی زندگی کے ایک گوشے میں عدل ہو اور دوسرے میں ظلم روا رکھا جائے ۔ معاشی سطح پر اگر ظلم ہوگا تو سیاست کو ظلم سے پاک نہیں کیا جا سکے گا اور اگر سیاست میں ظلم ہوگا تو کُلی طور پر بگاڑ پیدا ہو جائے گا ، کیونکہ سارے معاشرے کو سیاست Govern کرتی ہے ۔

جرائم کا انسانی زندگی کے تینوں اجتماعی گوشوں معیشت ، معاشرت اور سیاست سے گہرا تعلق ہے ۔ معاشی حوالے سے سرمایہ دارانہ نظام استحصالی ہونے کے باوجود سکہ رائج الوقت ہے ۔ امریکہ اور یورپ اپنی ضرورت کے مطابق اُس میں کچھ اصلاح کر کے اپنا کام چلا رہے ہیں ۔ ہم نے پاکستان میں بدقسمتی سے اس استحصالی نظام میں مزید بگاڑ پیدا کر کے ایک مخصوص طبقہ کو اندھا دھند طاقتور بنا دیا ہے اور کمزور اور غریب طبقہ کو زمین میں گاڑ دینے پر تلے ہوئے ہیں ۔ صنعتکاروں کو دنیا بھر میں خصوصی توجہ دی جاتی ہے لیکن ہم نے اُنہیں خدا بنا رکھا ہے کہیں ٹیکس ایمنسٹی ، بجلی اور گیس وغیرہ کی قیمتوں میں خصوصی رعائت وغیرہ لیکن indirect tax سے غریب عوام پر سارا بوجھ لاد دیا ہے ۔ تنخواہوں میں تفاوت کا معاملہ انتہائی خوفناک ہے ۔ وہ بھی ہیں جو 12 لاکھ روپیہ ماہانہ تنخواہ لیتے ہیں یوٹیلٹی بلز کی سرکاری ادائیگی اور فری پیٹرول کی سہولت حاصل ہے اور عام ملازم کی تنخواہ اب حاتم طائی کی قبر پر لات مار کر بتیس ہزار کی گئی ہے ۔ اور چونکہ پاکستان میں قانون کی کوئی حیثیت نہیں لہٰذا اب بھی پرائیویٹ ادارے 15، 20 ہزار روپے پر ملازم رکھ رہے ہیں ۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان ، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

27 محرم تا 3 صفر المظفر 1445ھ جلد 32
15 تا 21 اگست 2023ء شمارہ 31

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
”دارالاسلام“ ملتان روڈ چوہنگ لاہور ۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mall:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں ۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

چھوٹے اور بڑے ملازمین کے درمیان اتنی بڑی اور گہری خلیج دوطرفہ مسائل کو جنم دے رہی ہے ایک طرف بچی رضوانہ ہے وہ آغاز ہی میں ظلم کے خلاف آواز اُٹھاتی اگر اُسے یہ خیال نہ ہوتا کہ ملازمت چھوڑ دی تو گھر والے کھائیں گے کہاں سے اور دوسری طرف جج کی محترمہ کے دماغ میں یہ خناس پیدا نہ ہوتا کہ میں اس کی رازق ہوں (معاذ اللہ) اور وہ ظلم پر یوں دلیر نہ ہوتی۔

سیاسی سطح پر یوں تو ہم آغاز ہی سے دنیا کے لیے تماشا بنے ہوئے ہیں۔ پون صدی میں چار اعلانیہ مارشل لا بھگتا چکے ہیں مگر گزشتہ 16 ماہ سے ہم جس غیر یقینی سیاسی صورتِ حال سے دوچار ہیں اُس کی نظیر تو اب عالمی سطح پر ڈھونڈنی مشکل ہی نہیں ناممکن نظر آتی ہے۔ سیاسی افراتفری اور ہلچل کو تو ایک طرف رکھیں قانون اور آئین کے حوالے سے جو کچھ وطن عزیز میں ہوا اُس کی مثال کسی بنانا ری پبلک میں بھی شاید نہ ڈھونڈی جا سکے۔

دنیا بھر میں جمہوریت اور انتخابات کا چولی دامن کا ساتھ ہے انتخابات کے بغیر تو جمہوریت بیوہ ہو جاتی ہے۔ 1973ء کا آئین بنانے والے اتنے سمجھ دار تو تھے کہ اُنہوں نے انتخابات کے انعقاد کے لیے جو شق رکھی اُسے time bound کر کے اُس کی انفرادیت اور اہمیت کو واضح کیا۔ امریکہ کے آئین میں انتخابات کا سال ہی نہیں ماہ اور دن بھی معین کر دیا گیا تاکہ آگے پیچھے کرنے کی گنجائش ہی ختم ہو جائے۔ دنیا کے کئی ممالک میں بدترین آفات اور جنگوں کے درمیان انتخابات ہوئے لیکن پاکستان میں جمہوریت کے علمبردار انتہائی مضحکہ خیز عذرات پر انتخابات ملتوی کیے جا رہے ہیں۔ ایک عذر ختم ہوتا ہے تو دوسرا تراش لیا جاتا ہے۔ دو صوبائی اسمبلیاں جب توڑی گئیں تو حکومت نہ صرف 90 دن میں انتخابات کرانے کی ذمہ داری پوری نہ کر کے آئین شکنی کی مرتکب ہوئی بلکہ جمہوری دنیا کا منفرد اور واحد واقعہ ہے کہ کسی حکومت نے فیصلے سے پہلے اعلان کر دیا کہ ہم سپریم کورٹ کا فیصلہ تسلیم نہیں کریں گے۔ اصولی اور حقیقی طور پر تو یہ حکومت کا اعلان بغاوت تھا۔ پھر بقول چیف جسٹس اُن کا گھر جلانے کی دھمکی دی گئی اور یہاں تک کہ ایسا ناقابل بیان دباؤ ڈالا گیا جس کا ذکر کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں۔ بہرحال دونوں اسمبلیوں کے انتخابات نہ ہو سکے۔ ہماری پھر بھی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چیف جسٹس عطا بندیال کو انصاف کی کرسی پر اگر بٹھایا تھا تو وہ اُن کی جان، مال اور اہل خانہ کی عزت کی حفاظت کیوں نہ کرتا۔ اُنہیں جسٹس منیر نہیں بننا چاہیے تھا۔ بہرحال اصل بات یہ ہے کہ آئین پاش پاش ہو گیا۔ سپریم کورٹ کے پاس کہنے کو کچھ نہ رہا۔ قانون سرنگوں ہو گیا، حکومت جیت گئی۔ اندازہ کریں قانون بیچارے کی کیا حیثیت ہے کہ ہائی کورٹ کے ایک جج نے سیاسی شخصیت کی ضمانت قبول کرتے ہوئے کہا کہ میں تو تمہاری ضمانت قبول کر کے تمہیں رہائی کرنے کا حکم جاری کر رہا ہوں لیکن یہ ''لوگ''، تمہیں اُس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک تم پریس کانفرنس نہیں کرو گے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس کے بعد عدالتوں کے دروازے بند نہیں ہو جانے چاہیے تھے۔ ہم سوچتے ہیں کہ کل کلاں یہ ظالم عورت مجرموں کے کٹہرے میں کھڑی ہو گی اور اس پر سوالات کی بوچھاڑ ہو رہی ہو گی تو وہ عدالت میں کھڑی ہو کر جوابی مقدمہ نہ کر دے گی کہ مجھ سے ایک جرم ہوا میں اس کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔ لیکن اس نظام کے کارپردازوں، ٹھیکیداروں اور بڑوں نے تو قوم کے سر سے آئین کی چادر ہی کھینچ ڈالی۔ حکومتی لوگوں نے ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کی پرِ کاہ تو قیر نہ کی اور آئین اور قانون کو بدترین طریقہ سے روند ڈالا کہ آج بھی دو صوبوں میں ایسی حکومتیں بنائے بیٹھے ہوئے ہیں جو مطلقاً ناجائز ہیں۔ جن کا سرے سے کوئی قانونی جواز ہی نہیں۔ نگران حکومتوں کی مدت تو زیادہ سے زیادہ تین ماہ ہوتی ہے اُس کے بعد تو آئین اور قانون کی کتابوں میں اُس کا کہیں سراغ ہی نہیں ملتا۔ مجھے سزا دو ضرور دو، لیکن جنہوں نے اپنے ذاتی مفادات کے لیے اور ان کی بنیاد پر قانون سازیاں کیں، جنہوں نے قانون اور آئین کے پرخچے اڑا دیئے، ان کے لیے بھی تو کچھ بولو کچھ تو بولو۔ اب تمہاری زبانیں گنگ کیوں ہو گئی ہیں۔ اب قبرستان جیسی خاموشی کیوں چھا گئی اگر تم قانون و آئین سے بالاتر ہو تو میں کیوں نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ عدل ایسی شے نہیں کہ جہاں چاہا اس کا ٹھپہ لگا دیا اور جہاں چاہا صرفِ نظر کر لیا۔ کبھی عدل کی کرسی پر جلوہ افروز ہو گئے اور کبھی ظالم کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو گئے۔ اگر نظام ایسا ہی رہا تو رضوانہ روزانہ ظلم کا شکار ہوتی رہے گی۔ اور ہر واردات پر میڈیا اور سیاستدان دو چار دن ماتم کریں گے۔ پھر وہی نظام چلے گا، پھر ایسی ہی واردات کا ارتکاب ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ عدل اور ظلم دو ایسے کنارے ہیں جن کا ملاپ ممکن نہیں جبکہ عدل اور اسلام ایک ایسا مرکب ہے جسے کبھی جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام کا نظام ہی عدل کا مکمل پیکج دے سکتا ہے۔ اس لیے کہ عدل کے بغیر اسلام کا کوئی تصور نہیں۔ مظلوم رضوانہ کا تصور ذہن میں رکھ کر اپنے گریبان میں جھانکیں کیا ہم سب مجرم نہیں ہیں؟

معاشرے میں بڑھتے ہوئے شرمناک واقعات
اسباب اور سدباب

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 4 اگست 2023ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اورتلاوت آیات کے بعد!

قرآن حکیم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہماری اجتماعی اورانفرادی دونوں طرح کی زندگی کے متعلق رہنمائی عطا فرمائی ہے اوراسی ذیل میں معاشرت کے حوالے سے بھی قرآن میں رہنمائی اور ہدایت ہے۔ خاص طور پر انسانی شرف،عزت وآبرو،شرم وحیا کی حفاظت کے لیے بھی دین ہمیں نکاح کی ترغیب دیتا ہے اورکبھی زنا سے بچنے کا حکم دیتا ہے اورکبھی زنا تک لے جانے والے تمام ذرائع اورراستوں سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

گزشتہ کچھ عرصے سے پاکستان کے تعلیمی اداروں (سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز) میں جس طرح کے شرمناک واقعات ہمارے سامنے آرہے ہیں یہ انتہائی تشویشناک صورتحال ہے۔ اس پر بہت سے اطراف سے کلام ہوا اور ہونا بھی چاہیے۔ وہ قومی ادارے جہاں ہماری نسلوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام ہوتا ہے اگر وہ فحاشی وعریانی کی آماجگاہیں بن جائیں، وہاں اگر عزتوں کے جنازے نکل رہے ہیں، نکاح کے انکار کی باتیں سرعام ہونا شروع ہو جائیں ، خاندانی نظام داؤ پر لگ جائے، آزادی کے پرفریب نعروں کی زد میں مردوزن کا آزادانہ اختلاط عام ہو جائے تو پھر قوم کو فکر مند ضرور ہونا چاہیے، کیونکہ اسی کے اگلے مرحلے میں پھر ریپ کے کیسز اور شرمناک ویڈیوز کا معاملہ سامنے آتا ہے۔ ہماری نسلوں کی یہ تباہی جو ہمارے سامنے کھڑی ہے اس پر پوری قوم کو فکر مند ہونا چاہیے اور اس کی جڑ اور بنیاد کو دیکھنا چاہیے۔ آج اسی حوالے سے ہم قرآن مجید کی چند آیات کا مطالعہ کریں گے جس میں ہمیں معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں ہمیں کیا احکامات دیتا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲﴾ ''اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ' یقیناً یہ بہت بے حیائی کا کام ہے'اور بہت ہی برا راستہ ہے۔''

یہ سورۃ بنی اسرائیل کا وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے معاشرتی ہدایات عطا فرمائیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کی ایک رائے کے مطابق معاشرتی سطح کے دس بڑے بڑے احکام جو تورات میں عطا ہوئے ان کا قرآنک ورژن اس مقام پر ہمارے سامنے آتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔ یعنی وہ حرکتیں، ذرائع اور اعمال جو بندے کو بالفعل اس عمل تک لے جاسکتے ہیں ان پر بھی پابندی لگادی گئی۔ اس کو فقہاء کی زبان میں سدذرائع کہتے ہیں۔ یعنی زنا کے تمام ذرائع بند کر دیے جائیں۔ انسانوں کی عقل اورقانون، جرم کے سرزد ہوجانے کے بعد حرکت میں آتا ہے لیکن اللہ کا قانون پہلے جرم کا سدباب کرتا ہے کہ ایسا ماحول فراہم کیا جائے اور ایسی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے کہ جرائم کی بیخ کنی ہوجائے لوگ سوچیں ہی نہ۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی ناہنجار باز نہ آئے تو پھر لوگوں کی جان، مال اورآبرو کی حفاظت کے لیے سزاؤں کا نفاذ ہوگا۔ یہ خالق کے کلام اوراس کی عطا کردہ شریعت کی خوبصورتی ہے۔

مرتب: ابوابراهیم

شرعی سزاؤں کا نفاذ

بعض لوگ شرعی سزاؤں پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس حوالے سے دو نکتے سمجھ لیں۔ جب ہم شریعت کے نفاذ کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد فقط سزاؤں کا نفاذ ہی نہیں ہوتا بلکہ سزاؤں کے علاوہ بھی شریعت نے کچھ احکامات دیے ہیں۔ مثلاً شریعت نے کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جن میں سود، جوا، بے حیائی وغیرہ شامل ہیں۔ شریعت کے احکام لوگوں کی بھلائی کے لیے ہوتے ہیں۔ بیٹا اپنے والدین کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا بلکہ ان کی کفالت کرے گا۔ اسی طرح شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا بلکہ کفالت کرے گا۔ باپ اپنی اولاد کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا بلکہ کفالت کرے گا۔ شریعت نے ذمہ داری ڈالی ہے۔ اتنے لوگوں کی کفالت میں خرچ کرنا بندے پر فرض ہے۔ پھر شریعت نے کفالت عامہ کا تصور دیا ہے یعنی وہ لوگ جو معاشی لحاظ سے کمزور ہوں یا معذور ہوں اوران کو کوئی سپورٹ نہ ملے تو ریاست ان کی کفالت کرے گی۔ سیدنا عمر فاروق ؓ کا مشہور جملہ ہے کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مرگیا تو روز قیامت عمر سے پوچھ گچھ ہوگی۔ یعنی شریعت صرف سزائیں مقرر نہیں کرتی بلکہ یہ ہر لحاظ سے ایک مکمل پیکج ہے، پہلے جرائم کے اسباب اور وجوہات کا ازالہ کرتی ہے اوراس کے بعد سزائیں نافذ کرتی ہے۔ البتہ جب سزاؤں کی بات آئے گی تو ان سے پریشانی مجرموں (چور، ڈاکو، زانی وغیرہ) کو ہوگی۔ بہرحال ان سزاؤں کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ لوگوں کی جان، مال اورآبرو کی حفاظت ہوتی ہے۔

''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ''

اس حوالے سے صحیح مسلم کی ایک حدیث بندے کو ہلا دیتی ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ نے جسم کے چھ اعضاء کا ذکر کیا۔ حضرت ابوہریرہ ؓ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا: ''ابن آدم کے متعلق زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے۔ وہ لامحالہ اس کو حاصل کرنے والا ہے، پس دونوں آنکھیں، ان کا زنا دیکھنا ہے اور دونوں کان، ان کا زنا سننا ہے اور زبان، اس کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھ، اس کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں، اس کا زنا چل کر جانا ہے اور دل تمنا رکھتا ہے اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ ان تمام باتوں کی تصدیق کرتی ہے (اسے عملاً سچ کر دکھاتی ہے اور حرام کا ارتکاب ہو جاتا ہے) یا اس کی تکذیب کرتی ہے (حقیقی زنا سے بچاؤ ہوجاتا ہے۔''

آنکھ کا زنا

آپ ﷺ نے فرمایا کہ آنکھ بھی زنا کرتی ہے، نامحرم کو شہوت سے دیکھنا اور پھر پلاننگ کرنا یہ آنکھ کا زنا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے وہاں سے آنکھ کو ہٹایا اور بچایا اللہ اس کو ایمان کی حلاوت عطا کرے گا۔اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بری نگاہ شیطان کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ یہاں سے آغاز ہوتا ہے اور پھر بات برائی اور بے حیائی تک پہنچتی ہے۔ آج بھی بوڑھے کہتے ہیں کہ نوجوان بگڑ گئے ہیں۔ بوڑھوں نے نوجوانوں کے لیے کونسا معاشرہ تشکیل دیا ہے۔آج ہر جگہ بے پردگی کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہوا ہے؟ کیا بوڑھوں کے بگڑنے کے امکانات کم ہیں؟ بس اللہ ہی حفاظت فرمائے توفرمائے۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے:

((اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَآءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ))

''اے اللہ!میرے دل کو نفاق سے پاک کردے،میری زبان کو جھوٹ سے پاک کردے،میرے عمل کو دکھاوے سے پاک کردے اور نگاہ کو خیانت سے پاک کردے۔ بے شک تو نگاہ کی خیانت کرنے والے کو اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں ان کو جانتا ہے۔''

علماء نے لکھا ہے کہ بدنگاہی اور اس کا استعمال انسان کو عبادت کی لذت سے محروم کر دیتا ہے۔ اس کا عملی مظاہرہ دیکھ سکتے ہیں کہ لوگ کتنی تیزی کے ساتھ نماز اور نوافل ادا کر کے بھاگ جاتے ہیں۔ کیا عبادت میں دل لگتا ہے؟ یہ بدنگاہی کی نقد سزا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

زبان کا زنا

اسی طرح زبان بھی زنا کرتی ہے۔ فحش کلامی زبان پر لانا۔شوبزنس ، فلم ، ڈراما ، ٹی وی ، ریڈیو میں جس طرح کی زبان استعمال کی جاتی ہے اس سے ہماری نسلوں کے ذہنوں پر کیسا اثر پڑتا ہوگا۔ اور تو اور سکولوں میں جب تقریبات ہوتی ہیں تو بچوں اور بچیوں سے رقص کروایا جاتا ہے اور والدین بیٹھ کر دیکھ رہے ہوتے ہیں، اور خوش ہو رہے ہوتے ہیں اور بعض والدین کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میری بیٹی کے moves زیادہ زبردست تھے۔اللہ کی پناہ۔ یہ باتیں کیا جذبات پیدا کریں گی۔ ہمارے اندر کوئی خوف خدا،تقویٰ، تعلق مع اللہ، رغبت الی الجنۃ والی بات باقی رہ گئی ہے ؟ پھر اسکول والے کلپس بنا کے دکھاتے ہیں کہ تمہاری بیٹی نے قابل تعریف dance کر کے دکھایا۔ یہ آج کی نہیں بلکہ 10 سال پہلے کی باتیں بتا رہا ہوں، آج معاشرہ کہاں پہنچ گیا ہے کسی نے سوچا؟

کان کا زنا

فحش باتوں کا سننا کان کا زنا ہے۔ شوبزنس کے شعبے میں جو آج ڈائیلاگ بازی ہوتی ہے، پھر گانے اور ایسے ایسے بے ہودہ اور بے شرمی پر مبنی کلپس سن کر نوجوان نسل کے جذبات جب بھڑکتے ہیں تو پھر وہ کہیں غلط جگہ جا کے نکلیں گے اور بالآخر وہ زنا کا عمل ہوگا۔

دل کا زنا

نامحرم کا تصور دل میں لایا جائے تو یہ بھی زنا ہے۔ اگر شیطان کی طرف سے آ گیا تو اللہ کی پناہ مانگیں، اس خیال کو بڑھاوا نہیں دینا ہے۔ ورنہ خیالوں میں اداؤں پر غور ہوگا تو سوچ کے یہ دھارے کہاں تک جائیں گے۔ اسی لیے اللہ کے نبی ﷺ نے یہ دعا سکھائی کہ جب ایسا خیال آ جائے تو یہ دعا کرنی چاہیے:

((اعوذباللہ من الشیطان الرجیم، ربِ اعوذبک من ھمزات الشیاطین واعوذبک رب ان یحضرون اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، قل اعوذبرب الناس، ملک الناس---- الی آخر سورۃ))

ہاتھ کا زنا

نامحرم کو چھونا ہاتھ کا زنا ہے۔ آج یہ عام سی بات ہے کہ یہ تو کزن ہے، گلے بھی مل لیتے ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون! اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کوئی تمہارے سر میں کیل ٹھونک دے یہ تو گوارا کر لینا لیکن تم نامحرم کو یا نامحرم تمہیں چھوئے اس کو گوارا نہ کرنا۔ ہمارے سابقہ امیر تنظیم محترم حافظ عاکف سعید صاحب اللہ ان کو صحت عطا فرمائے، بڑی خوبصورت بات فرماتے تھے کہ کبھی کبھی ہماری عقلیں موٹی ہو جاتی ہیں اور ہمیں کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی ہوتی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن کریم میں یا رسول اللہ ﷺ احادیث مبارکہ میں ایسے انداز بیان اختیار کرتے ہیں کہ بندہ ہل کر رہ جائے۔ مثلاً غیبت ہمارے ہاں ایک عام سی بات ہے۔ کوئی مسئلہ نہیں سمجھا جاتا؟ مگر اللہ کے نزدیک غیبت اتنی بڑی برائی ہے کہ از روئے الفاظ قرآنی:

﴿اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ط﴾ (الحجرات:12)''کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ یہ تو تمہیں بہت ناگوار لگا!''

اللہ نے یہ انداز ہمیں غیبت کے معاملے میں جھنجوڑنے کے لیے اختیار کیا۔ اسی طرح سود کا گناہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ جھنجوڑنے کے لیے فرما رہے ہیں کہ سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں، کم ترین یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے۔ (ابن ماجہ) اسی طرح قرآن میں اللہ تعالیٰ سود چھوڑنے کا حکم دیتا ہے اور پھر یہ وارننگ بھی جاری کرتا ہے: ''پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔'' (البقرہ:279)

یہ سب ہلا دینے والے انداز قرآن اور حدیث میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے اس وقت اختیار کیے جب کسی برائی کے حوالے سے انتہائی الرٹ کرنا مقصود تھا۔ اسی طرح نامحرم کو چھونے سے اس قدر سختی کے ساتھ روکا گیا کہ فرمایا اس بات کو گوارا کر لینا کہ کوئی تمہارے سر میں کیل ٹھونک دے لیکن اس کو گوارا نہ کرنا کہ نامحرم کو چھوو۔ آج کے معاشرے میں ان باتوں کو backward اور outdated سمجھا جاتا ہے، لیکن جب ان نافرمانیوں کے نتائج سامنے آتے ہیں تو پھر سب چیختے ہیں کہ ہمارا معاشرہ کہاں پہنچ گیا۔

پیر کا زنا

ایسے مواقع اور مقامات پر جانا کہ جو بالآخر زنا تک لے جائیں یہ پیر کا زنا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں ایسے مواقع اور مقامات خود پیدا کر لیے گئے ہیں۔ شادی بیاہ کی تقریبات ہوں، سکول، کالجز، یونیورسٹیز کا آزادانہ اختلاط کا ماحول ہو اور ہمارے پارکس اور تفریحی مقامات کا ماحول ہو، ہر جگہ شرعی احکامات کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ، پھر ستر اور حجاب کے احکامات، نگاہوں کی حفاظت کے احکامات، نگاہیں نیچی رکھنے کے احکامات ان سب خرابیوں اور سانحات سے بچنے کے لیے نازل کیے گئے تھے مگر آج ان سب احکامات کو پس پشت ڈال کر جب ہم من مرضی کرتے ہیں تو پھر اس کے نتائج بھی بھگتے ہیں۔ اسلام تو یہ سکھاتا ہے کہ مرد اور عورت دونوں نگاہوں کی حفاظت کریں، عورت ستر وحجاب کو لازم پکڑے۔ بیٹی باپ کے سامنے ہو، ماں اپنے بیٹے کے سامنے ہو تو تب بھی باوقار انداز ہونا چاہیے۔ لباس مناسب ہو، سر پر دوپٹہ ہو۔ لیکن جب گھر سے باہر جائے تو اب پہلے سے بڑھ کر پردے کا اہتمام ہونا چاہیے کیونکہ باہر تو نامحرم بھی ہیں۔ آج تو باہر

درندے بیٹھے ہیں جو ہوس کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔ جب اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات پر عمل ہوگا تو ایک طرح کی پروٹیکشن مل جائے گی۔ لیکن اگر اس کے برعکس معاملہ ہوگا، بے پردگی اور بے حیائی کا مظاہرہ ہوگا تو پھر درندگی اور ہوس کو معاشرے میں فروغ ملے گا اور اس کے انتہائی بھیانک نتائج سامنے آئیں گے۔

دینِ اسلام نے عورت کا اصل مقام اس کا گھر قرار دیا۔ باہر کے امور کی ذمہ داری مرد پر ڈالی۔ بامر مجبوری باہر جانا ہو تو شرعی احکام پر عمل کرے۔ پھر کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کا دائرہ کار الگ الگ معین کر دیا۔ بے وقوف ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں مرد اور عورت برابر ہیں۔ حالانکہ اللہ نے فرق رکھا ہے، طاقت، قوت، نفسیات، جذبات، ساخت ہر لحاظ سے مرد اور عورت میں فرق ہے۔ عورت کی فطرت، جذبات اور جسمانی خصوصیات کے مطابق اس کا دائرہ کار الگ معین کیا گیا ہے، مرد کا الگ معین کیا گیا ہے۔ اگر مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے دائرہ کار کے اندر رہیں گے تو مسائل پیدا نہیں ہوں گے، فتنہ اور برائی پیدا نہیں ہوگی لیکن اگر جس طرح آج ان حدود کی دھجیاں اُڑائی جارہی ہیں اور پھر اوپر سے فحش لٹریچر، فلمیں، ڈرامے، نیٹ فحاشی اور بے حیائی پر مبنی جو کچھ پیش کر رہا ہے تو ان حالات میں پھر جو برائیاں جنم لیں گی اور جو نتائج سامنے آئیں گے وہ دہلا دینے والے ہوں گے جیسا کہ بحیثیت قوم آج ہم بھگت رہے ہیں۔ اس میں سب سے بڑا رول ہمارے میڈیا کا ہے جو ایسی چیزیں دکھا دکھا کر لوگوں کے جذبات بھڑکاتا ہے اور پھر جب یہ outcome ظاہر ہوتا ہے تو پھر یہی میڈیا سب سے زیادہ شور مچاتا ہے اور بار بار دکھاتا ہے۔ سب سے پہلے میڈیا کی سمت کو درست کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہم سب اپنی اپنی ذات میں، اپنے گھروں میں، اپنے متعلقین میں جہاں جہاں ہمارا اختیار ہے وہاں شرعی احکام کو نافذ کریں۔ شرعی احکام کو فراموش کیا تو آج یہ تباہی ہمارے سروں پر آن پڑی ہے کہ لڑکیاں گھروں سے بھاگ رہی ہیں، نکاح کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے۔

پھر یہی میڈیا اور ہمارا لبرل طبقہ ہے جو اُس وقت ڈٹ کر مخالفت میں کھڑا ہو جاتا ہے جب کالجز اور یونیورسٹیز میں پردے یا علیحدگی کی بات کی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل HEC نے ایک یونیورسٹی کے مسئلے کے بعد کچھ ہدایات جاری کیں تو پورا میڈیا اور لبرل طبقہ مخالفت میں کھڑا ہو گیا جن میں بعض حکومتی اراکین بھی شامل تھے۔ نتیجتاً وہ ہدایات واپس لینا پڑیں۔ گزشتہ دورِ حکومت میں عمران خان نے خواتین کے لباس کے حوالے سے بات کہہ دی تو پورا اسیکولر اور لبرل طبقہ مخالفت میں کھڑا ہو گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ان میڈیا والوں کا مسئلہ بھی ہے اور اندر کی بات جو بہت سے حضرات کی طرف سے آتی ہے کہ جب ہماری کوئی بہن بیٹی فاطمۃ الزہراؓ کی چادر کو اختیار کرتی ہے تو وہ سرمایہ دار کی بلینز آف ڈالرز کی انڈسٹری پر لات مارتی ہے۔ وہ فیشن کی انڈسٹری، شوبز کی انڈسٹری جس کی بنیاد پر ساری دنیا میں شیطانی کاموں کو پھیلایا جا رہا ہے۔ لہٰذا سرمایہ دار نہیں چاہتا کہ اس کی بلینز آف ڈالرز کی انڈسٹری پر کوئی لات مارے لہٰذا جب بھی پردے کی بات آتی ہے، حجاب کی بات آتی ہے تو یہ طبقہ مخالفت میں کھڑا ہو جاتا ہے اور میڈیا اس کی زبان بولنے لگ جاتا ہے۔

خدارا ہم غور کریں۔ اگر ہم اپنی ذات میں، اپنے گھروں میں، اپنے رشتہ داروں میں جہاں ہمارا اختیار چلتا ہے وہاں شرعی احکامات کی پابندی کرواتے ہیں تو اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے، ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کا فائدہ ہے۔ ورنہ نسلیں تباہ ہو جائیں گی۔ حیا صرف عورت کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ مرد کے لیے اتنا ہی ضروری ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا گہرا اور کڑوا جملہ ہے کہ زنا ایک قرض ہے تم کرو گے تو لوٹانا بھی پڑے گا، تمہارے اپنے گھر کے اندر مسئلہ پیدا ہوگا اور حدیث میں الفاظ یہ ہیں کہ تم پاکیزگی اختیار کرو، اللہ تمہارے گھر والوں کو پاکیزگی کی توفیق عطا فرمائے گا۔ لہٰذا حیا کا مسئلہ صرف مرد اور عورت کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ ہماری نسلوں کے مستقبل اور ان کی بقاء کا مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

داعیٔ رجوع الی القرآن بانیٔ تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمۂ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

اب دو انداز سے دستیاب ہے

1
- خوبصورت ٹائٹل
- سفید کاغذ
- معیاری طباعت

2935 صفحات پر مشتمل، سات جلدوں میں

(الگ الگ جلدیں بھی دستیاب ہیں!)

مکمل سیٹ کی قیمت: 6000 روپے

2
متعدد اضافی خوبیوں کا حامل، طبع جدید

- قرآنی رسم الخط
- تفسیری سائز
- عمدہ سفید کاغذ
- مضبوط مراکو جلد

2560 صفحات پر مشتمل، چار جلدوں میں

مکمل سیٹ کی قیمت: 9600 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور

K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

اسلامی نظام کی نظریاتی اساس: ایمان (5)

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے 1988ء کے ایک خطاب کی تلخیص

انسانی زندگی کی حقیقت

تیسری چیز جو قرآن مجید کے ہر صفحے پر نمایاں کی گئی ہے' وہ انسانی زندگی کی حقیقت سے متعلق ہے۔ وہ لوگ جو صرف حواس کے دائرے تک اپنے آپ کو محدود رکھیں وہ تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ پیدائش سے پہلے بھی ہمارا کوئی وجود تھا اور نہ یہ مان سکتے ہیں کہ موت کے بعد بھی ہمارے وجود کا تسلسل برقرار رہے گا۔ ان لوگوں کے نزدیک لامحالہ زندگی پیدائش اور موت کا درمیانی وقفہ قرار پائے گی۔ یہی چالیس' پچاس' ساٹھ سالہ عرصہ کل زندگی شمار ہوگا۔ بہادر شاہ ظفر سے منسوب یہ شعر اسی زندگی سے متعلق ہے ؎

عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں!

لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی صرف پیدائش سے موت تک کے وقفے کا نام نہیں ہے۔ بقولِ اقبال: ؎

تُو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں' پیہم دواں' ہر دم جواں ہے زندگی!

انسان جو تخلیق کا نقطۂ عروج ہے' اس کی کل زندگی یہی نہیں ہے' بلکہ اس کی زندگی بہت طویل ہے۔ موت معدوم ہوجانے کا نام نہیں' بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہونے کی کیفیت ہے۔ گویا بقولِ میرؔ: ؎

مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر!

موت تو زندگی کا تسلسل ہے۔ انسان کی آنکھ یہاں بند ہوتی ہے تو کسی اور عالم میں کُھل جاتی ہے ؎

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے!

دُنیوی زندگی انسان کی طویل زندگی کا ایک مختصر سا حصّہ ہے۔ موت کا وقفہ ڈال کر درحقیقت زندگی کے اس چھوٹے سے حصے کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ یہ وقفہ کیوں ڈالا گیا ہے' اس کا جواب انبیاء کرام علیہم السلام نے دیا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ انسان کی آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ یہ زندگی ایک امتحان اور ایک ٹیسٹ ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ (الملک:۲)

''اُس (اللہ) نے موت اور زندگی (کے سلسلہ) کو اس لیے پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے اعمال کرتا ہے۔''

اسی مضمون کو علّامہ اقبال نے شعری پیرایہ میں یوں بیان کیا ہے: ؎

قلزمِ ہستی سے تُو اُبھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

اس امتحان کا نتیجہ موت کے بعد نکلے گا' جب انسان کو دوبارہ اُٹھایا جائے گا اور اس کا حساب کتاب ہوگا۔ اس امتحانی وقفے میں اُس نے جو کمایا' جو کھایا' جو زبان سے کہا' جو آنکھ سے دیکھا' ہر شے کا پورا پورا حساب ہوگا۔ انسان کا ہر ایک چھوٹا بڑا عمل اُس کے سامنے آجائے گا۔ کوئی بہت بڑا (giant) کمپیوٹر ہوگا کہ ایک بٹن دبے گا اور آپ کی پوری زندگی کی رِیل آپ کے سامنے آجائے گی' جسے دیکھ کر مجرمین حیران و سرگرداں ہوجائیں گے۔ قرآن کہتا ہے:

''اور (اعمال کی) کتاب کھول کر رکھی جائے گی' تو تم گناہ گاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے' اور کہیں گے: ہائے ہماری شامت' یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے۔ اور جو عمل انہوں نے کیے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے۔ اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔'' (الکہف:49)

اور کہا جائے گا:

﴿اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا ﴿ؕ۱۴﴾﴾ (بنی اسرائیل)

''اپنی کتاب پڑھ لے۔ تُو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔''

کوئی بھی اپنے اس اعمال نامے کو جھٹلا نہ سکے گا۔ اس حساب کتاب کے نتیجے پر ہی انسان کی ابدی زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار ہے۔ یا تو انسان کو دائمی جنّت ملے گی یا پھر اُسے آتشِ جہنّم کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔

اسلامی انقلاب کی فکری اساس

زندگی کے متعلق ان حقائق پر گہرا یقین ہونا ضروری ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اس زندگی کو محض عارضی سفر سمجھے' اور حدیث کے مطابق اس حقیقت کو دل میں جاگزیں کر لے کہ مَیں تو یہاں راہ چلتا مسافر ہوں۔ یہ دنیا میرا گھر نہیں ہے' نہ یہ دل لگانے کی جگہ ہے' بلکہ یہ امتحان گاہ ہے۔ یہاں تو مجھے جانچا جارہا ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور کامیابی و ناکامی اور فیصلے کا دن تو قیامت کا دن ہے۔ یہاں کی ہار معمولی اور یہاں کی جیت عارضی ہے' جب کہ وہاں کی ہار جیت مستقل ہے۔ یہ زندگی تو گویا تین گھنٹے کا ایک ڈراما ہے' جس میں کسی کو فقیر کا کردار مل گیا' لہٰذا اس کے بدن پر چیتھڑے ہیں اور کسی کو بادشاہ کا کردار ملا ہے اور وہ بڑا اعلیٰ لباس زیب تن کیے ہوئے ہے۔ تین گھنٹے کے بعد نہ وہ بادشاہ بادشاہ ہے' نہ فقیر فقیر ہے۔ دنیا کی کیفیات' غربت و امارت' عہدے اور مناصب کا یہی حال ہے۔ یہ سب دھوکے کا سامان ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کہتا ہے:

﴿وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴿۱۸۵﴾﴾ (آل عمران)

''دنیا کی زندگی تو سوائے دھوکے کے سامان کے اور کچھ نہیں۔''

یہ یقین گویا اس نظامِ حیات کی فکری اساس ہے جس کو ہم قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک یہ حقیقت ہمارے رگ و پے میں سرایت نہ کر جائے' جب تک یہ ایک زندہ یقین کی صورت اختیار نہ کر لے' تب تک وہ قوت پیدا ہو ہی نہیں سکتی جو اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے لازمی ہے اور نہ کبھی انقلاب آسکے گا۔ البتہ یہ بات بھی ذہن میں ضرور رکھیے' ورنہ مغالطہ ہوجائے گا' کہ یقین کی یہ گہرائی اور گیرائی تمام کے تمام لوگوں میں نہ تو پہلے کبھی ہوئی ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔ تمام انسانوں میں یہ یقین تو صرف قیامت کے دن ہی پیدا ہوگا' جب سب حقائق آنکھوں کے سامنے آجائیں گے۔ لیکن اسلامی نظام کے بالفعل نفاذ کے لیے ضروری ہوگا کہ کسی معاشرے میں ایک مؤثر اقلیت اس یقین سے سرشار ہوجائے اور اپنے یقین کی گہرائی کی بنا پر اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی اور ایثار کے لیے تیار ہوجائے۔ (واضح رہے کہ مَیں ''اکثریت'' کا لفظ استعمال نہیں کر رہا' اس لیے کہ میرا دعویٰ ہے کہ اکثریت کی کیفیت کبھی یہ نہیں ہوسکتی۔) جب تک اس قسم کی مؤثر اقلیت پیدا نہ ہوجائے جو ﴿اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۲﴾﴾ (الانعام) ''بے شک میری نماز' میری عبادت' میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ربّ العالمین ہی کے لیے ہے'' کو اپنی زندگی کا مقصد نہ بنا لے' اور جب تک یہ فکری اساس ان کے

دلوں میں پختہ نہ ہوجائے عملی طور پر اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ اسلامی تحریک کی جدوجہد نتیجہ خیز اور کامیاب ہوجائے ۔ ہم تمنا تو کرتے رہیں گے کہ اسلام آجائے' اسلام کا نظامِ حیات قائم ہوجائے' لیکن تمنا سے اسلام نہیں آئے گا۔ ہم مقالے پڑھتے رہیں گے' تقریریں کرتے رہیں گے کہ یہ اسلام ہے اور یہ اسلام نہیں ہے' لیکن اس سے بالفعل اسلامی نظام کی عمارت کی تعمیر ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوگا۔

محاسبۂ اُخروی کی بنیاد: پانچ چیزیں

اگلی بات بہت اہم ہے۔ اگر ہماری دنیا کی زندگی امتحان ہے تو امتحان تو کچھ سکھا کر لیا جاتا ہے یا کچھ دے کر آدمی کو جانچا جاتا ہے۔ آپ کو اپنے بچے کے رجحان کا اندازہ کرنا ہو تو آپ اُسے دس روپے دیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ آیا وہ یہ رقم لے کر باہر جا کر چاٹ کھالیتا ہے یا کوئی کتاب خریدتا ہے یا پھر کوئی کھلونا خرید لاتا ہے۔ گویا آپ اسے کچھ دے کر جانچیں گے۔ آپ کسی کو کچھ اختیار دیجیے' پھر پتا چلے گا کہ اس کا رجحان کیا ہے' خیر کی طرف ہے یا شر کی طرف! آپ کچھ نہ کچھ چوائس دیں گے تو پھر ہی کسی کی آزمائش کر سکیں گے۔

ہمیں جو یہاں امتحان گاہ میں ڈالا گیا ہے تو سوال یہ ہے کہ ہمیں کیا سکھایا گیا اور کیا دیا گیا' جس کی بنیاد پر ہماری آزمائش کی جارہی ہے؟ ایمان بالآخرۃ کے ایک اہم نکتے کو سمجھنے کے لیے یہ بہت اہم سوال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس امتحان گاہ میں کئی چیزیں دے کر بھیجا ہے۔

سب سے پہلی شے جو اللہ نے ہمیں دی' وہ سماعت و بصارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں اس کا تذکرہ فرمایا:

﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ﴾ (الملک:23)

''کہہ دیجیے اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے لیے کان' آنکھ اور دل بنائے۔''

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ﴾ (المؤمنون:78)

''اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے کان' آنکھیں اور دل بنائے ہیں۔''

سماعت اور بصارت ہمارا پہلا اثاثہ ہے۔ یہ اللہ کی دی ہوئی وہ faculties ہیں جن کی بنیاد پر ہم مسئول اور ذمہ دار ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل میں یہی بات بایں الفاظ کہی گئی ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــُٔوْلًا ۝﴾

''اور (اے بندے!) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔ یقیناً کان' آنکھ اور دل ان سب (جوارح) کے بارے میں ضرور باز پُرس ہوگی۔''

دوسری شے جو اللہ نے ہمیں دی وہ عقل ہے۔ اللہ نے ہم میں سے ہر شخص کے دماغ میں ایک کمپیوٹر نصب کیا ہے۔ اس میں جو بھی sense data فیڈ کیا جارہا ہے اُس کو آپ process کر کے اُس سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ علم کے ذرائع میں تجربہ اور عقل یہ دو چیزیں تو وہ ہیں جو ہر شخص کو معلوم ہیں اور ہر انسان کے پاس ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کے پاس کم اور کسی کے پاس زیادہ ہیں۔

تیسری چیز جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی' وہ نیکی اور بدی کا شعور ہے۔ اس کے لیے انسان کو محنت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان اپنی فطرت کی بنیاد پر یہ جانتا ہے کہ کیا خیر ہے اور کیا شر ہے' کیا بھلائی ہے اور کیا برائی' کیا نیکی ہے اور کیا بدی! اس کو پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ خداداد صلاحیت ہے' جو ہر ایک میں موجود ہے۔ چنانچہ سورۃ الشمس میں فرمایا:

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝﴾ (الشمس)

''اور قسم ہے نفس انسانی کی اور جیسا کہ اُس کے اعضاء کو برابر کیا۔ پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیز گاری (اختیار کرنے) کی سمجھ دی۔''

یعنی نفس انسانی جو اللہ نے بنایا اور تیار کیا' اللہ نے اس کے اندر نیکی اور بدی کا شعور بھی پیدا کر دیا۔ یہ شعور آپ کو حیوانات میں نہیں ملے گا۔ اس شعور کا ایک مظہر انسان میں اخلاقی حس ہے' جو برائی پر روک ٹوک کرتی ہے۔ یہ تین چیزیں (یعنی ہمارے sense organs جن سے ہم معلومات اخذ کرتے ہیں' ہمارے دماغ کا کمپیوٹر جس سے ہم اس تمام sense data کو process کرتے ہیں' اور خیر و شر کا امتیاز اور اس کا شعور) ہمارے نفس میں ودیعت شدہ ہیں۔ یہ ہمارے حیوانی وجود کے عناصر ہیں۔

ان کے علاوہ جو شے ہمیں دی گئی ہے وہ روح ہے' جو ہمارے اندر پھونکی گئی ہے اور جس کی نسبت ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ...﴾ (السجدۃ:9)

''پھر اللہ نے اس (انسان) کی نوک پلک درست کی اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا.....''

اس میں دو چیزیں موجود ہیں' ایک اپنے رب کی معرفت اور دوسرے اپنے رب کی انتہائی گہری محبت۔ تو مجموعی طور پر یہ پانچ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دے کر ہمیں دنیا میں بھیجا ہے۔

اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے' وہ نہایت اہم ہے۔ یعنی اگر کوئی نبی اور رسول نہ آتا' کوئی کتاب بھی نازل نہ ہوتی' کوئی وحی بھی نہ اُترتی' تب بھی ان چیزوں کی بنیاد پر انسان مکلف اور جواب دہ تھا' اس لیے کہ ان پانچ چیزوں کی مدد سے اسے ہر سوال کا جواب مل سکتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے رہے ہیں جن تک کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی اور ہوسکتا ہے کہ آج بھی سائبیریا کے دور دراز گوشوں میں کہیں ایسے لوگ موجود ہوں جو یہ جانتے بھی نہ ہوں کہ نبی آخر الزماں ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے' حضرت محمد ﷺ نامی جلیل القدر' رفیع الشان شخصیت دنیا میں گزری ہے' پھر بھی یہ لوگ اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے اور ان کا حساب کتاب ہوگا۔ اچھی طرح جان لیجیے' جواب دہی کی اصل بنیاد متذکرہ بالا پانچ چیزیں ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہر بندے پر اصل حُجت ہیں۔ البتہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے کہ اس نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں اپنے نبی اور رسول بھیجے اور اُن پر اپنا کلام نازل فرمایا۔ اللہ کے یہ منتخب بندے سیرت و کردار کے نہایت اعلیٰ نمونے تھے۔ اُن کا دامن کردار بے داغ اور اُن کی زندگیاں کھلی کتاب کی مانند تھیں۔ یہ عالی مرتبت ہستیاں اعلانِ نبوت سے پہلے ہی اپنے معاشرے کے اندر چمکتی دمکتی مشعلیں تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی مدد سے ایمانی حقائق کو لوگوں پر منکشف کردیا۔ (جاری ہے) ۞۞۞

دعائے مغفرت — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

☆ حلقہ پنجاب شمالی، انجمن خدام القرآن اسلام آباد کے ناظم بیت المال جناب شاہد شفیق کے والد وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0321-5176024

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

جب افغان طالبان حکومت کے پاکستان کے ساتھ تعلقات بگڑے تو اُن کے لیے TTP پر اپنی گرفت کو قائم رکھنا آسان نہ رہا۔اس کے بعد دہشت گردی کی یہ نئی لہر شروع ہوئی: ایوب بیگ مرزا

2023ء میں دہشت گردی کے واقعات دوبارہ بڑھے ہیں اوراب اس عفریت پر قابو پانے کے لیے سوچ سمجھ کر لائحہ عمل بنانا ہوگا: رضاء الحق

پاکستان میں جتنی بھی دہشت گردی پھیلائی جارہی ہے اس کے پیچھے بیرونی قوتیں ملوث ہیں: کرنل (ر) سیف الدین قریشی

دہشت گردی کی نئی لہر، وجوہات اور سدباب کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد باجوہ

سوال: باجوڑ کے خودکش دھماکہ میں بہت ساجانی اور مالی نقصان ہوا۔آپ کے خیال میں بلوچستان اور کے پی کے میں اُٹھنے والی دہشت گردی کی اس نئی لہر کے پیچھے اصل ماسٹر مائنڈ کون ہے؟

رضاء الحق: اس سال جنوری سے لے کر اب تک تقریباً 47 حملے ہو چکے ہیں۔ ان میں خودکش دھماکے بھی شامل ہیں، بم دھماکے بھی شامل ہیں۔ ان میں سے 11 واقعات تو بڑے اندوہناک ہوئے ہیں جن میں سے ایک آغاز میں ہی 31 جنوری 2023ء کو پشاور میں پولیس لائن میں ہوا۔ اسی طرح اور کئی بڑے بڑے واقعات ہوئے اوراب باجوڑ میں JUIF کے ورکرز کنونشن میں جو واقعہ ہوا ہے اس میں اطلاعات کے مطابق 55 افراد شہید اور 250 کے قریب زخمی ہوئے ہیں۔ اگر ہم ہلاکتوں کے اعداد و شمار کا جائزہ لیں تو 2005ء میں 300 تک تھیں پھر بڑھتے بڑھتے 2008ء میں 1000 سالانہ سے اوپر چلی گئیں۔ پھر 2013ء تک یہ تعداد 2400 سالانہ تک پہنچ گئی۔اس کے بعد جب فوجی آپریشن شروع ہوئے تو معاملات کنٹرول میں آنا شروع ہوئے اور 2020ء تک دہشت گردی کے واقعات میں ہلاکتوں کی تعداد کم ہوتے ہوتے 100 سالانہ تک رہ گئی۔لیکن 2021ء کے دوران یہ تعداد دوبارہ بڑھنا شروع ہوئی ۔ 2023ء میں دہشت گردی کے واقعات دوبارہ عروج کی طرف جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس مرتبہ خاص طور پر سکیورٹی اداروں کے افراد کو ٹارگٹ کیا جارہا ہے۔ اگر جائزہ لیا جائے تو اس کی ماسٹر مائنڈ TTP دکھائی دیتی ہے لیکن اب TTP کسی ایک قوت کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں مختلف گروہ شامل ہیں۔ اس میں سمگلرز بھی ہیں، جماعت احرار کے لوگ بھی شامل ہیں جن کے براہ راست انڈیا کے ساتھ تعلقات ہیں۔اسی طرح اس میں شدت پسندوں کے بہت سے گروہ شامل ہیں اوراب ان میں وہ لوگ بھی شامل ہو چکے ہیں جو کسی بھی وجہ سے

مرتب: محمد رفیق چودھری

پاکستان یا پاکستانی اداروں سے ناراض ہیں۔ اب داعش کی مداخلت بھی یہاں نظر آنا شروع ہوچکی ہے۔ القاعدہ کی باقیات بھی ہمیں دکھائی دیتی ہیں۔ بلوچستان میں ملوث عناصر کی نوعیت ذرا مختلف ہے۔ وہاں BLA بھی ہے، BNA اور BNF بھی شامل ہیں اور کل ملا کر تقریباً 40 کے قریب گروہ وہاں متحرک ہیں۔ ان تمام گروہوں کے پیچھے اصل طاقت امریکہ اور انڈیا ہیں جو ان کو چلا رہے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت کلبھوشن یادیو ہے۔ تاریخی طور پہ ان ممالک نے جہاں جہاں بھی دہشت گردی کروائی ہے اور جہاں بھی علیحدگی پسند تحریکیں چلوائی ہیں وہاں سی آئی اے ملوث رہی ہے اور بعض علاقوں میں انڈین ایجنسی را بھی ملوث رہی ہے۔

سوال: UNO کے مطابق داعش اور TTP دونوں مل کر پاکستان میں دہشت گردی پھیلا رہے ہیں، اب جو باجوڑ میں حادثہ ہوا ہے اس میں بھی ان دونوں گروہوں کے ملوث ہونے کی خبریں آرہی ہیں۔آپ کی کیا رپورٹس ہیں؟

کرنل (ر) سیف الدین قریشی: پاکستان میں جتنی بھی دہشت گردی پھیلائی جارہی ہے اس کے پیچھے بیرونی قوتیں ملوث ہیں، وہ پیسہ دیتی ہیں، اسلحہ اور تربیت دیتی ہیں، پلاننگ دیتی ہیں اور اندرون ملک ایسے عناصر جو بھوک افلاس اور مایوسی کا شکار ہوتے ہیں وہ اس میں استعمال ہوجاتے ہیں اوراس طرح بیرونی قوتیں جس ملک کو توڑنا چاہتی ہیں وہاں مختلف تحریکیں شروع کروا دیتی ہیں۔ بھارت ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے، وہ پاکستان کو کمزور کرنا چاہتا ہے، توڑنا چاہتا ہے اور اس کا پشت پناہ اور معاون امریکہ ہے۔امریکہ مختلف مسلمان گروہوں کو آپس میں ہی لڑواتا ہے اور دوسری طرف ہم وہ قوم ہیں جو امریکہ کی جنگ اپنوں کے خلاف لڑتے رہے ہیں اور دونوں طرف سے نعرہ تکبیر لگا کر ہم مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو مارتے ہیں اور مرواتا امریکہ ہے۔ اس جنگ میں ہمارے جو لوگ استعمال ہوتے ہیں ان کے اپنے اپنے مفادات ہوتے ہیں۔اس دہشت گردی کی ایک وجہ ہمارے ٹریلین ڈالر کے معدنی وسائل ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی سے یہ کام شروع ہوا اوراب تک عالمی قوتیں اس میں ملوث ہیں۔آپ دیکھیں کہ مغربی ممالک نے کس قدر سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی ہے حالانکہ ان کے پاس اتنے وسائل نہیں تھے۔ یہ سارے وسائل انہوں نے ہم جیسے ملکوں کو لوٹ کر حاصل کیے ہیں۔ اسی طرح آگے کلائمیٹ چینج کا ایک مسئلہ سر اُٹھا رہا ہے، فوڈ سکیورٹی کا مسئلہ آرہا ہے، زرخیز اور زرعی زمینوں کی کمی کا مسئلہ درپیش ہوگا کیونکہ آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ پینے کے صاف پانی کا مسئلہ دنیا کو درپیش ہونے والا ہے، جوں جوں صاف پانی کے ذخائر کم ہورہے ہیں تو قحط کا خطرہ بڑھ

رہا ہے۔ لہٰذا چین سے لے کر امریکہ تک پورا زور لگا کر بڑے بڑے ذخیرے کے لیے گودام بنا رہے ہیں اور اپنے اناج کے ذرائع کو محفوظ بنا رہے ہیں۔ لیکن ہم ان تمام باتوں سے بے خبر سو رہے ہیں۔ ہمارے ہاں علم کی بھی کمی ہے تو ظاہر ہے ٹیکنالوجی کی بھی کمی ہے، اپنے وسائل کو بچانے کی بھی کوئی فکر ہمیں لاحق نہیں ہے اور نہ ہی اس قابل ہیں۔ ہم صرف ایک کام کرتے ہیں کہ MOU سائن کرنے کے لیے بہت محنت کرتے ہیں کہ باہر کے لوگ ہمیں پیسہ بھی دیں، وسائل بھی دیں لیکن اس میں بھی ہم غلطی یہ کرتے ہیں کہ ان سے بیٹھ کر یہ طے نہیں کر پاتے کہ ان معاہدوں میں ہمارا حصہ کیا ہوگا، ہماری مین پاور کتنی ٹرین ہوگی، ہمارا انجینئرنگ کا شعبہ کتنا ٹرین ہوگا، کتنی ریفائنریز ہمارے ہاں لگیں گی، کتنی لیبارٹریز یہاں کھلیں گی، کتنی ٹریننگ یونیورسٹیاں یہاں قائم ہوں گی۔ مختصراً کوئی بھی ڈیل کرنے سے پہلے ہم ملکی مفاد کو مدنظر نہیں رکھتے۔ ہم کچھ دیگر مفادات کو مدنظر رکھتے ہیں جیسے ہم نے سینڈک کا معاہدہ کیا ہوا ہے، ریکوڈک کا معاہدہ ہے۔ سینڈک میں ہمارا حصہ نہیں ہے حالانکہ وسائل کے مالک ہم ہیں۔ 2003ء میں معاہدہ ختم ہو رہا تھا لیکن مشرف نے دوبارہ بحال کر دیا۔ پھر زرداری حکومت نے اس میں توسیع کی۔ 2017ء میں یہ معاہدہ ختم ہونا تھا تو ن لیگ کے وزیراعظم شاہد خاقان عباسی نے 5 سال کے لیے مزید توسیع کر دی۔ پھر مارچ 2022ء میں عمران خان نے 15 سال کے لیے توسیع کر دی۔ اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہم محب وطن ہیں، پھر ہم یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ ہم آزاد ہونا چاہتے ہیں۔

سوال: دہشت گردی کے حوالے سے اعداد و شمار کو سامنے رکھیں تو صوبہ KPK سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ روک تھام کے لیے ہم نے بارڈر پر آہنی باڑ لگانے کا پلان بنایا۔ نیشنل ایکشن پلان کے تحت کئی اقدامات ہوئے، پھر افغانستان میں پاکستان کی دوست طالبان حکومت قائم ہو گئی، ان سارے اقدامات کے باوجود دہشت گردی نہیں رک رہی، آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان اور افغانستان کے تعلقات کی جو تاریخ ہے وہ کبھی بھی خوشگوار نہیں رہی۔ آغاز سے ہی آپ دیکھیں کہ افغانستان واحد ملک تھا جس نے پاکستان کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کی مخالفت کی تھی اور یہ مخالفت مسلسل رہی۔ ملا عمر کا دور حکومت پہلا موقع تھا کہ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات مثالی بن گئے۔ یہاں تک کہ پاکستان نے افغان بارڈر سے اپنی افواج بھی ہٹا دیں کیونکہ اس بارڈر سے اب پاکستان کو کوئی خطرہ نہ رہا تھا۔ پاک افغان تعلقات کے حوالے سے یہ مثالی دور تھا لیکن پھر امریکہ کی نیت میں فتور آیا تو نائن الیون کے بعد ایک اور جنگ کا آغاز کر دیا گیا اور اس جنگ میں پاکستان نے کھل کر امریکہ کا ساتھ دیا۔ جس کے بعد افغانوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ پاکستان ہمارے دشمن کا سہولت کار ہے۔ لہٰذا پاک افغان تعلقات جو پہلے ہی اچھے نہ تھے اب ان میں مزید بگاڑ پیدا ہو گیا۔ 15 اگست 2021ء کو امریکہ کے افغانستان سے چلے جانے کے بعد

امریکہ ہمیں آپس میں لڑواتا ہے اور ہم مسلمان اس کی جنگ میں دونوں طرف سے نعرہ تکبیر لگا کر ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔

جب وہاں افغان طالبان کی حکومت دوبارہ قائم ہوئی تو شروع میں پاک افغان تعلقات کافی اچھے تھے اور ابتدا میں دہشت گردی کا کوئی ایسا بڑا واقعہ نہیں ہوا۔ اگرچہ بارڈر پر کشیدگی کا کبھی کبھار کوئی واقعہ ہو جاتا تھا لیکن وہاں بھی پاکستان کی شکایت پر افغان طالبان نے نوٹس لیا اور حالات نارمل ہو گئے۔ لیکن پھر یہ ہوا کہ پاکستان میں رجیم چینج ہو گئی اور پاکستان دوبارہ امریکہ کی گود میں جا بیٹھا۔ اس کے بعد پاک افغان تعلقات پھر بگڑنا شروع ہو گئے۔ اسی دوران افغانستان میں ایمن الظواہری ڈرون حملے میں شہید ہو گئے تو افغانی وزیر اطلاعات ذبیح اللہ مجاہد نے پریس کانفرنس کر کے پاکستان پر الزامات لگائے۔ پھر ملا عمر کے بیٹے ملا یعقوب نے بھی پاکستان پر الزامات لگائے۔ بہرحال اس کے بعد تعلقات بگڑنا شروع ہوئے۔ افغان عوام تو پہلے ہی پاکستان کے حق میں نہیں تھے اس کے بعد طالبان حکومت نے بھی پاؤں کھینچ لیے اور TTP کے لوگ جو افغانستان میں اپنا اثر رکھتے ہیں وہ بھی اپنی پالیسی میں آزاد ہو گئے۔ افغان طالبان کے لیے اب ان کو پابند کرنا آسان نہ رہا۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ افغان طالبان نے موجودہ دہشت گردی کی لہر میں TTP کی مدد کی ہوگی لیکن میں سمجھتا ہوں جب پاکستان کے ساتھ افغان حکومت کے تعلقات بگڑے تو ان کے لیے TTP پر اپنی گرفت قائم رکھنا آسان نہ رہا اور اس کے بعد دہشت گردی کی یہ نئی لہر شروع ہوئی۔

سوال: کیا آپ کے نزدیک افغان طالبان اور TTP میں فرق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: افغان طالبان اور TTP میں مشابہت تو ہے کیونکہ دونوں کا تعلق ایک ہی بڑے علاقے سے ہے لیکن ان میں پالیسی کے لحاظ سے شدید اختلاف ہے جو اکثر سامنے بھی آتا ہے۔ افغان طالبان بالکل ایک علیحدہ قوت ہے، ان کا TTP کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں ایک ہی بڑے علاقے کے ہونے کی وجہ سے ان کو ایک دوسرے کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، لیکن دونوں کی تربیت، اہداف و مقاصد الگ الگ ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مسلمان مسلمان کو مار رہے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ مسلمان کا قتل تو بڑا گناہ ہے، بے گناہ انسان کو بھی نہیں مارنا چاہیے۔ لیکن یہی بات افغانی اس وقت کہتے تھے جب امریکہ پاکستان سے اڈے لے کر افغانیوں کا قتل عام کر رہا تھا۔ لیکن اس وقت تو ہم لوگ مشرف کی پالیسیوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ ہمیں بھی افغانیوں کو مارنے کے لیے امریکہ کا ساتھ نہیں دینا چاہیے تھا۔ اسی طرح افغان طالبان کو بھی کسی کا ساتھ ہرگز نہیں دینا چاہیے کہ وہ پاکستانیوں کو مارے۔ یہ بات دونوں طرف سے نہیں ہونی چاہیے۔ باقی رہی یہ بات کہ ٹیکنالوجی جتنی مرضی ہے ترقی کر جائے، سیٹلائیٹ تو کیا چاند سے بھی کوئی آگے نکل جائے افغانستان کو تباہ و برباد تو کیا جا سکتا ہے، افغانستان کو راکھ بنایا جا سکتا ہے لیکن افغانستان پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا بلاول بھٹو صاحب نے جو بیان داغ دیا ہے کہ ہم افغانستان میں اندر جا کر ماریں گے تو انہیں مارگریٹ تھیچر کی وہ بات یاد رکھنی چاہیے جو اس نے افغان بارڈر پر جا کر کہی تھی۔ "we learnt our lesson and you will learn your lesson" اور وہی ہوا پھر وہی سبق جو سوویت یونین نے سیکھا تھا وہی سبق امریکہ نے بھی سیکھا۔ بلاول بھٹو کو اس سے کچھ سیکھنا چاہیے۔

سوال: یہ باتیں ساری آپ کی درست ہیں لیکن یہ بات بھی تو بالکل درست ہے کہ اتنے عرصہ سے TTP ان کی سرزمین کو استعمال کر رہی ہے وہ اس کو کنٹرول کیوں نہیں کر رہے؟

ایوب بیگ مرزا: آج کے دور میں ہر حکومت اپنے عوام کے ذہنی رجحان کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ امریکہ کا ساتھ دینے کی وجہ سے افغان عوام پہلے ہی پاکستان کے خلاف ہیں، افغان وزیر خارجہ اور وزیر دفاع پاکستان پر الزام لگا چکے ہیں کہ امریکہ پاکستان کی مدد سے افغانستان کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ ایسی صورتحال میں افغان حکومت کو اپنے عوام کے خلاف جا کر فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ یعنی ہم نے خود ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ اب افغان طالبان کے لیے TTP کو کنٹرول کرنا آسان نہیں رہا۔

سوال: باجوڑ میں جو اندوہناک واقعہ ہوا ہے اس کی ذمہ داری داعش نے قبول کی ہے، یو این او کی تازہ ترین رپورٹ کے مطابق بھی جنوبی ایشیا میں داعش اور ٹی ٹی پی کا الحاق ہوسکتا ہے اس پر آپ کیا کہیں گے؟

رضاء الحق: داعش اور اس طرح کی دوسری کئی دہشت گرد تنظیمیں بنانا سی آئی اے کی لانگ ٹرم منصوبہ بندی کا حصہ تھا۔ 2012ء میں اوبامہ نے جو Pivot to Asia پالیسی دی تھی کہ اب کہ مستقبل میں امریکہ کی ساری جنگیں ایشیا میں ہوں گی اس کی منصوبہ بندی بھی کئی دہائیاں پہلے سے کی جا رہی تھی۔ اس کے لیے وہ کئی دہائیاں پہلے ایران عراق جنگ کروا چکے تھے۔ پھر سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد بش سینئر نیو ورلڈ آرڈر کا اعلان کر چکا تھا۔ اس کے بعد نیو امریکن سنچری پروجیکٹ ان کا تھنک ٹینک دے چکا تھا۔ اسی بنیاد پر سی آئی اے نے نائن الیون کا واقعہ کروایا اور اس سے پہلے وہ (پاکستان سمیت) مطلوبہ ممالک میں اپنے مہرے بٹھا چکے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے بعض ممالک پر باقاعدے حملے کرکے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور بعض ممالک میں ایسی دہشت گرد تنظیمیں بنا کر اپنے مقاصد کو حاصل کیا گیا، ان میں ایک داعش بھی تھی۔ اس سے قبل یہ النصرہ فرنٹ کے نام سے شام میں متحرک تھی اور اس سے بھی قبل یہ عراق میں متحرک تھی۔ ایسی تنظیموں کے ذریعے سی آئی اے مختلف ادوار میں مختلف مقاصد حاصل کرتی رہی ہے۔ جس وقت اس کو داعش کا نام دیا گیا تو اس وقت بھی تنظیم اسلامی کا یہی موقف تھا اور اب بھی یہی موقف ہے کہ ایسی تنظیموں کو جذبہ جہاد سے سرشار لیکن نادان مسلمانوں کو خلافت کے نام پر اکٹھا کرنا اور اُن کا صفایا کرنا ہے۔ ان کے ذریعے ناپختہ ذہن کے حامل بنیاد پرست مسلمانوں کو دہشت گردی کے لیے استعمال کیا گیا

ریکوڈک اور سینڈک جیسے معاہدے کر کے ہم غیر ملکیوں کو اپنے ملکی معدنی وسائل کو لوٹنے کا بھرپور موقع دے رہے ہیں اور اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہم محب وطن ہیں اور قوم کے ساتھ مخلص ہیں۔

اور پھر war of terror کے نام پر بے گناہ مسلمانوں کا بھی قتل عام کیا گیا۔ ہیلری کلنٹن اور ڈونلڈ ٹرمپ تک کئی اہم امریکی عہدیداروں نے اعلانیہ کہا کہ داعش ہم نے بنائی ہے، وہ کبھی گڈ القاعدہ اور بیڈ القاعدہ، کبھی گڈ طالبان اور بیڈ طالبان کی اصطلاحیں بھی متعارف کرواتے رہے۔ یہ سب آن ریکارڈ ہے۔ اسی طرح اگر یو این او یہ رپورٹ کر رہا ہے کہ جنوبی ایشیا میں داعش اور ٹی ٹی پی کا الحاق ہو سکتا ہے تو یہ امریکی پالیسی کا حصہ ہوگا جس میں وہ چاہتے ہیں کہ جنوبی ایشیا میں جنگی ماحول پیدا ہو۔

سوال: بعض تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ باجوڑ کے سیاسی جلسے میں جو خودکش دھماکہ ہوا ہے یہ پاکستان میں عام انتخابات میں تاخیر کا سبب بن سکتا ہے۔ کیا اس رائے میں کوئی وزن ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر کوئی ملک اپنے آپ کو جمہوری ملک کہتا ہے اور آئین اس ملک کے جمہوری ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو پھر انتخابات میں تاخیر کسی صورت نہیں ہونی چاہیے۔ چاہے بڑے سے بڑا سانحہ بھی کیوں نہ رونما ہو جائے، انتخابات وقت پر ہونے چاہئیں۔ 2008ء میں آدھا امریکہ سونامی کی وجہ سے تباہ ہوگیا تھا، مگر اس کے باوجود وہاں انتخابات وقت پر کرائے گئے۔ ترکی کے حالیہ انتخابات سے پہلے ترکی میں کس قدر خوفناک زلزلہ آیا تھا لیکن اعلان کیا گیا کہ انتخابات وقت پر ہی ہوں گے۔ اگر کسی کی نیت ہی الیکشن نہ کرانے کی ہو تو پھر سو عذر بہانے تراشے جا سکتے ہیں اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو پاکستان پہلے بھی بھگت چکا ہے۔

سوال: پاکستان میں جو اس وقت دہشت گردی کی لہر ہے اس کے تدارک کے لیے ہمیں کیا کیا اقدامات کرنے چاہیے؟

رضاء الحق: تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جنگوں کے بعد بھی آخر مذاکرات کی ٹیبل پر ہی بیٹھنا پڑتا ہے تو پہلے اگر بیٹھ کر معاملات حل کرلیں تو زیادہ نقصان سے بچا جا سکتا ہے۔ پاکستان کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی سکیورٹی کو زیادہ سے زیادہ یقینی بنائے تاکہ دہشت گردی کے واقعات کم سے کم ہوں، چاہے اس کے لیے آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے اور شہریوں کے بنیادی حقوق کو تحفظ دیتے ہوئے نئی قانون سازی کرنا پڑے۔ پولیس سمیت سکیورٹی اداروں کی صلاحیت اور تربیت میں اضافہ کرے۔ اس کے ساتھ جو intelligence based operations ہیں ان میں یقینی بنایا جائے کہ انسانی حقوق پامال نہ ہوں۔ لیکن آخر ایسا وقت آئے گا کہ آپ کو بات چیت بھی کرنا پڑے گی لہٰذا اپنی پوزیشن کو مضبوط بنا کر بات چیت بھی کی جائے۔

کرنل (ر) سیف الدین قریشی: امن اور خوشحالی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ملک میں بھی امن اور انصاف قائم کریں اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ بھی امن قائم کریں۔ چاہے امریکہ ہو یا کوئی بھی اس کی جنگ میں حصہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہمیں مشرق کا ایجنٹ ہونا چاہیے اور نہ ہی مغرب کا۔ صرف اپنے ملکی مفاد کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

ایوب بیگ مرزا: تنازعہ ممالک کے درمیان ہو یا گروہوں کے درمیان، اصل حل بات چیت ہی ہوتا ہے۔ اگر زور آزمائی کی ضرورت پڑے بھی تو وہ بات چیت کو سہل بنانے کے لیے ہونی چاہیے۔ اس وقت مذاکرات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس سے پہلے اپنی پوزیشن کو مضبوط بنانا ہوگا۔ اپنے دفاع پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے۔ بدقسمتی سے ہماری جغرافیائی پوزیشن ایسی ہے کہ چائنہ اور امریکہ کے مابین کشیدگی کی وجہ سے battle field بنی ہوئی ہے اور یہ کوئی چھوٹا سا معاملہ نہیں ہے۔ ان دو بڑے ہاتھیوں کی لڑائی میں ہم چیونٹی کی طرح پستے چلے آرہے ہیں، امریکہ ہمارے بازو مروڑنے کے لیے ہمیں اقتصادی طور نیم مردہ کر چکا ہے، ان حالات میں ہمیں پھونک پھونک کر قدم رکھنے ہوں گے۔

بقائے پاکستان
نفاذِ عدلِ اسلام

آج سے پون صدی قبل مسلمانانِ برِعظیم پاک و ہند نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں آزادی عطا فرمادے تو ہم تیرے عطا کردہ دین اسلام کو اپنی ذاتی زندگیوں اور اجتماعی نظام میں بھی نافذ کریں گے۔ خیبر سے کراچی اور پشاور سے راس کماری تک ایک ہی نعرے کی گونج سنائی دیتی تھی کہ "پاکستان کا مطلب کیا! لا الٰہ الا اللہ"۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں سن لیں اور ہندو اور انگریز کی دوہری غلامی سے نجات عطا فرمائی اور انتہائی ناسازگار حالات کے باوجود دوقومی نظریہ کی بنا پر دورِ نبوی ﷺ میں قائم ہونے والی ریاست کے بعد دنیا کی دوسری عظیم ترین اسلامی ریاست وجود میں آئی۔

قیامِ پاکستان ایک معجزہ: اس اعتبار سے بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کا بن جانا دورِ حاضر کا ایک بہت بڑا معجزہ تھا کیونکہ کسی ریاست کے قیام کے جتنے بھی ممکنہ دنیاوی اسباب ہوسکتے ہیں ان میں سے کوئی ایک سبب بھی پاکستان کی پشت پر موجود نہیں تھا۔

ملکوں اور قوموں کی بقا کے لیے بنیادیں: ملکوں اور قوموں کی بقا کے لیے جو چیزیں بنیاد بن سکتی ہیں وہ مختصراً درج ذیل ہیں:

تاریخی تقدس: تاریخی تقدس (Historical Sanctity) کسی ملک کے نام کو حاصل ہو جائے تو اس ملک کے عوام اس تقدس کے نام پر متحد ہو جاتے ہیں اور اس کا نام نہیں بدلا کرتا۔ جیسے چین کا بہت بڑا رقبہ جاپان کے زیرِ تسلط رہا لیکن چین چین رہا اور جاپان جاپان۔ جبکہ یہ تقدس ہمیں حاصل نہیں کیونکہ پون صدی قبل پاکستان کے نام سے دنیا میں کوئی ملک موجود ہی نہیں تھا۔

جغرافیائی عامل: کسی ملک کی بقا کے لیے دوسری اہم بنیاد جغرافیائی سرحدوں کی قدرتی تقسیم ہے۔ بعض ممالک بڑے دریاؤں اور پہاڑوں کی صورت میں قدرتی سرحدوں کے حامل ہوتے ہیں جو انہیں تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ لیکن نہ تاریخ ہماری پشت پر ہے نہ جغرافیہ!!

قومی جذبہ: تیسری چیز جو کسی ملک کی بقا کی بنیاد ہوسکتی ہے وہ ہے قومی عصبیت اور قومی جذبہ۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر کوئی مضبوط قوم پرستانہ جذبہ بیدار ہو جائے تو وہ تاریخ سے بھی لڑ جاتا ہے اور جغرافیہ کو بھی شکست دے دیتا ہے۔

قومیت کے لیے جو چیز بنیاد بن سکتی ہے وہ نسل بھی ہوسکتی ہے، زبان اور وطن بھی۔ نسلی قومیت کا جذبہ آج بھی بڑا موثر جذبہ ہے جیسے جرمن قوم کہتی ہے کہ "ہم ایک اعلیٰ نسل ہیں"۔ اسی طرح یہودی کہتے ہیں کہ "ہم اللہ کے بڑے چہیتے اور لاڈلے ہیں" اور درحقیقت اسرائیل اسی نسل کی بنیاد پر بننے والا ملک ہے نہ کہ مذہب کی بنیاد پر۔ کیونکہ مذہبی یہودی تو اس کی پشت پر تھے ہی نہیں۔

اس کے برعکس اہل پاکستان کے پاس ان میں سے کوئی بھی ایک مشترک عصبیت یا قومیت موجود نہیں بلکہ پاکستان تو نسلوں، زبانوں اور علاقائی لحاظ سے ایک "ملغوبہ" ہے۔ کیونکہ ہم نے وطنی اور علاقائی قومیت کی کامل نفی کی بنیاد پر ہی تو یہ ملک حاصل کیا تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" اور اسی بنیاد پر ہی تو پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا جس کا مقصد تھا کہ دین اسلام پر انفرادی و اجتماعی زندگی میں عمل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے زمین پر اس کے عطا کردہ عادلانہ نظام کو نافذ کیا جائے۔

اللہ سے کیا ہوا نفاذِ اسلام کا عہد نہ نبھانے کی سزا:

قیامِ پاکستان کے بعد نفاذِ عدلِ اسلام کے عہد کو نبھانے کی بجائے ہم نے طاغوت کی غلامی شروع کردی، جس کے نتیجہ میں:

- ہم پر عذابِ الٰہی کا پہلا کوڑا 1971 میں برسا اور مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہو گیا اور کم و بیش 93 ہزار پاکستانی ہندوستان کی قید میں چلے گئے۔
- مذہبی، علاقائی، لسانی اور سیاسی سطح پر ہم آپس میں دست و گریبان ہیں۔
- عزت و غیرت اور اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے۔
- معیشت کی تنگی اور ملکی سالمیت کو لاحق خطرات بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔
- آئی ایم ایف سے معاہدوں کی مسلسل بھیک مانگنا ہم نے اپنا مقدر سمجھ لیا ہے۔
- ایک طرف عوام بھوک اور مہنگائی سے بلک رہے ہیں اور جرائم میں بے تحاشا اضافہ ہوتا جا رہا ہے جبکہ دوسری طرف اشرافیہ کے جانور تک ایئرکنڈیشنڈ ماحول میں کھاتے پیتے اور علاج معالجہ کی سہولیات حاصل کرتے ہیں۔ معاشرے میں یہ اتنی بڑی تقسیم اس لیے پیدا ہوئی کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی غلامی کرنے کی بجائے اپنے نفس، باطل نظام، امریکہ، آئی ایم ایف، سیکولر قوتوں اور دیگر انسانوں کی غلامی کو قبول کر لیا ہے۔
- ہماری بداعمالیوں اور قومی جرائم کے باعث اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مظاہر دن بدن سامنے آرہے ہیں۔ کبھی سیلاب، طوفانی بارشیں، زلزلوں کے جھٹکے اور کبھی دیگر قدرتی آفات کے باوجود ہم ہوش میں آنے اور توبہ کرنے کو تیار نہیں ہو رہے۔

انفرادی و اجتماعی توبہ وقت کی اہم ترین ضرورت: بحیثیت امت مسلمہ ہمارا سب سے پہلا فرض اور ضرورت یہ ہے کہ ہم دوبارہ اللہ کے ساتھ تجدید عہد کریں اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگ کر انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کریں۔ تاکہ ہم تمام تر غلامیوں سے آزاد ہو کر ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی غلامی اختیار کر سکیں۔ بقولِ اقبالؒ

یہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

پاکستان کے مسائل کا اصل حل — نفاذِ عدل اسلام

- پاکستان کے مسائل کا اصل حل اسلام اور "نفاذِ اسلام" کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی اسلامی اور دینی جذبہ پاکستان کو وجود میں لایا تھا اور یہی اس کی بقا کی واحد بنیاد ہے۔
- پاکستان کو اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ اور مستحکم کرنے کے لیے قرآن وسنت کی بالادستی لازم ہے جس کا اقرار اور اظہار ہم ریاستی سطح پر 1973ء کے آئین میں بھی کئے بیٹھے ہیں۔
- انسانی استحصال پر مبنی "سودی نظامِ معیشت" کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے سے نہ صرف اللہ تعالیٰ سے جاری

جنگ کا خاتمہ ہو گا بلکہ ملک بھی خوشحالی کی طرف گامزن ہوگا۔

- عوام کی عزتوں کو محفوظ بنانے کے لیے مخلوط معاشرت کے شیطانی نظام کو یکسر خیر باد کہہ کر اسلامی معاشرتی نظام اور اقدار کو اپنانا ہوگا۔
- آج یہ دینی جذبہ پہلے سے کہیں بڑھ کر درکار ہے اور اس کے لیے ہمیں انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر عملی طور پر اسلام کو اپنانا ہوگا۔ اور اگر یہ عملی اسلامی جذبہ جلد از جلد بھرپور انداز میں بروئے کار نہ آیا تو باقی تمام چیزوں کی اصلاح کے باوجود پاکستان یا تو خدانخواستہ اپنی سالمیت ہی کو کھو بیٹھے گا یا اگر باقی رہے گا بھی تو کسی دوسری بڑی طاقت کا طفیلی یا زیردست ہو کر۔

نفاذِ اسلام کا مطلب اور اس کا طریقہ کار

نفاذِ اسلام کا مطلب محض چور کے ہاتھ کاٹنا، زانی کا سنگسار کرنا یا قاتلوں سے قصاص لینا وغیرہ ہی نہیں بلکہ اسلام کے عادلانہ نظام کا مکمل نفاذ ہے جس میں تمام مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ایک باعزت شہری کی حیثیت سے کر سکیں۔ نیز ہر شہری کی جان و مال اور عزت محفوظ ہو، اور عوام الناس کی بنیادی کفالت کی ذمہ داری اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہو۔

حقیقت یہ ہے نفاذِ اسلام کا اصل حاصل پاکیزہ، فلاحی اور عادلانہ نظام کا قیام ہے جس کے لیے رسولِ انقلاب محمد رسول اللہ ﷺ کے انقلاب سے راہنمائی لیتے ہوئے رائج الوقت ظالمانہ نظام کو تبدیل کرنے لیے ایک پُرامن اور منظم انقلابی تحریک برپا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

آیئے!

بقائے پاکستان اور نفاذِ عدلِ اسلام کی اجتماعی جدوجہد میں شریک ہو کر اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مسلمانانِ پاکستان کو اپنا بھولا ہوا سبق اور عہد یاد آ جائے اور وہ ہماری جدوجہد کو کامیاب بنائے، تاکہ پاکستان کو بقا اور دوام حاصل ہو اور پاکستان کے عوام دنیا میں امن اور آخرت کی اصل کامیابی پا سکیں۔

زمانہ چال قیامت کی چل گیا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

جسدِ قومی کو لاحق اخلاقی سرطان کی تشخیص (اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) سامنے آنے پر پوری قوم دم بخود ہے۔ جب گزشتہ 22 سال دم سادھے رہے ہیں تو اب گھبرانا کیسا؟ (گزشتہ دورِ حکمرانی میں بھی یہی تربیت دی گئی ہے کہ آپ نے گھبرانا نہیں ہے۔) 2001ء سے ہمہ نوع نت نئی اُمڈتی وباؤں بلاؤں پر قوم گویا دھتورا پیے پڑی رہی۔ بڑے بڑے ماہر نباض چپکے ہو رہے۔ اب تو جاتی اسمبلی سے دھڑا دھڑ بل پاس ہوتے رہے، جو عموماً قوم کو 'ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدن' بنانے کے تکمیلی بل ہیں۔ 'جھیڑا آگے پیچھے دیکھے اُدھی شامت آئی بۓ' والی (کوکلا چھپاکی کی) جمعرات آ گئی ہے۔ اب بلبلانا لاحاصل ہے۔ دو دہائیاں ماورائے عدالت، بلاقانون جبری نظام گمشدگیاں، لاپتگیاں چلتا رہا۔ نوجوانوں کو نظریہ پاکستان دینے، ملک وملت کے لیے تڑپنا، غور وفکر کرنا سکھانے والی ایک پوری نسل سے ملک 'پاک' کر دیا گیا۔ پیچھے یہ بچا کہ ناچنے گانے تھرکنے، اخلاقی اقدار کا مکمل صفایا پھیرنے والوں کے جتھے ہر شعبۂ زندگی پر کھلے چھوڑ دیے گئے۔

اخلاقیات کا جو جنازہ اب پڑھا جا رہا ہے، سوال اٹھ رہا ہے کہ یہ کیونکر ہوا؟

سرطان زدہ تھا تو خبر کیوں نہ ہوئی۔ قتل ہوا تو عوامل کیا تھے۔ منصوبہ بندی کہاں ہوئی؟ قاتل کون تھے؟ میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں، تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے! گریڈوں، بھاری بھرکم مناصب، کرسیوں، ستاروں والے دستانہ پوش۔ یہ نتائج ہیں اس پالیسی کے جس کا آغاز 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' نامی بلا سے ہوا تھا جس میں ہم نے فرنٹ لائن اتحادی بننا اعزاز جانا تھا۔ رینڈ کارپوریشن کی تجویز کردہ پالیسی پر امریکی حکومت نے مسلمان ممالک میں ہمہ جہتی کام کیا۔ 22 سال میں یہ فصل پک چکی ہے۔ ہم اسی کے پھل (زقوم) اب کاٹ اور کھا رہے ہیں: 'کالمہل': تیل کی تلچھٹ جیسا، پیٹ میں وہ اس طرح جوش کھائے گا جیسے کھولتا پانی جوش کھاتا ہے۔' (ان والدین سے حال پوچھ دیکھیے جن کی بیٹیاں اسی ارضِ پاکستان پر اس قہر کا نشانہ بنی ہیں۔) پالیسی کیا تھی؟ روشن خیالی۔ اسلام کا چہرہ بدلنے کی پالیسی۔ ڈیوڈ کیپلان (مقالہ: دل دماغ اور ڈالر) کے مطابق: 'دہشت گردی کے خلاف جنگ کے ایک ان دیکھے محاذ پر امریکا کئی ملین ڈالر خرچ کر رہا ہے، اسلام کا چہرہ ہی بدل ڈالنے کے لیے۔' نیز یہ کہ: 'ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے ایک نہایت سیاسی رجحانات کا حامل دین، یونہی نہیں چھوڑا جا سکتا تھا، چنانچہ سرکاری اہل کاروں کے مطابق نہایت غیر معمولی اور روز افزوں جدوجہد کی گئی، اسلام میں اصلاحات کے لیے۔ افغانستان میں کھربوں ڈالر جنگی اخراجات میں یہ رقوم بھی شامل ہیں۔' (راقمہ کی کتاب: 'کہاں سے آئے صدا') خود افغانستان تو صرف ایک کلمے کی بدولت سرخرو وسربلند اٹھ کھڑا ہوا مگر باقی غلام طبع مسلم دنیا اس کفریہ یلغار کا لقمۂ تر بن گئی۔ نظریاتی تحفظ نہ کر سکی۔ چہرہ بدلنے کی اس پلاسٹک سرجری میں زخم زخم (ایمانی، اخلاقی اعتبار سے) امت شرق تا غرب دیکھ لیجیے۔ (بلوچستان یونیورسٹی زنانہ غسل خانوں کے کیمروں کی وڈیوز سے لے کر لاانتہا 'تعلیمی' اداروں کی حیا سوز کہانیاں جو آج اسلامیہ یونیورسٹی اور اب یو ای ٹی کی مزید شرمناکیاں لیے پاکستان میں موجود ہے۔) سعودی عرب میں ملک گیر سطح پر مخلوط رقص وسرود کے ناقابلِ یقین مناظر، میوزک فیسٹیول جابجا، شرعاً ممنوعہ مقامات (ثمودی ہلاکت کی بستیاں) میں عالمی فاحشات کے اکٹھ۔ کوئی خطہ خالی نہیں اس مسخ شدہ چہرے سے، جسے دیکھ کر آج ہم انگشت بدنداں ہیں۔ اس طرح تو ہونا تھا اس طرح کے کاموں میں۔ نظامِ تعلیم کی بربادی کا جو اہتمام ہوا اس میں نصابِ تعلیم مسخ کر کے فکر ونظر میں کیڑے بھر دیے۔ اسلام کی ہر رمق ختم کر ڈالی۔ اب تابوت میں آخری کیل ٹھونکی جا رہی

ہے۔ پنجاب کے سیکنڈری بورڈز نے غلامی یقینی بنانے کو کیمبرج کی طبع کردہ کتب ایف اے، ایف ایس سی میں درآمد فرمانے کا حکم صادر کر دیا ہے، بین الاقوامی معیار کے بہانے سے۔ ہمارا اخلاقی معیار پہلے ہی بین الاقوامی (LGBTQ نما بلوں کی منظوری کے بعد، ہراسمنٹ، پارٹنرشپ والی پاگل مغربی دنیا سے مطابقت رکھنے والے) معیارات کی گراوٹ میں دھنسا چلا جارہا ہے۔ تعلیمی معیار، مطلوب کسے ہے؟ نصابی سے بڑھ کر ہم نصابی سرگرمیوں پر محنت ہے۔ قائداعظم یونیورسٹی میں ملک گیر سطح پر 'تعلیمی سرپرستوں' اور ماہرین نے ڈٹ کر ہولی کے بہانے ناچ تماشوں کی آخری انتہا پر جا کر پشت پناہی، حوصلہ افزائی کی ہے۔ تعلیمی انتظامیہ، اساتذہ اور طالب علموں کی بڑی تعداد وہ ہے جو مذکورہ پلاسٹک سرجری دور کی پیداوار ہے۔ سیکولر، لبرل، دین دشمن۔ تعلیم یا ملکی ترقی کا غم ان کے ایجنڈوں میں کسی ترجیح کی حامل نہیں۔ 2001ء کے بعد پرویز مشرف کے روشن خیال ایجنڈے کے تحت نوجوانوں کو شوبز، فیشن انڈسٹری، کھیلوں، کوک سٹوڈیو، ویٹ (Veet) مقابلہ ہائے حسن، ماڈلنگ، ڈراموں میں مصروف کیا گیا۔ بڑے فارم ہاؤسز میں عیش وطرب، منشیات (جواب یونیورسٹیوں میں رواں دواں ہیں اعلیٰ سطحی انتظامیہ اور اساتذہ کرام کی سہولت کاری سے!) مخلوط پارٹیاں رچائے جانے، موبائلوں پر بھڑکائی رنگ برنگی دوستیوں کی آگ نے تباہی مچائی ہے۔ عورت تباہ، خاندان برباد!

مسلم نوجوانوں کی بہت بڑی آبادی کو (Deradicalize) کرنے، انتہاپسندی (یعنی اسلام) سے دور رکھنے کے لیے یہ سبھی اسباب فراواں کیے گئے۔ اسے یقینی بنانے میں ٹی وی چینلوں کی بھرمار، انسٹاگرام، فیس بک کی ایک وسیع ترین دنیا نوخیز لڑکوں لڑکیوں کی دسترس میں آ گئی۔ تیل اور آگ کی یکجائی (جوانی بلکہ کم عمری میں اختلاط کے فراواں مواقع) نے جو طوفان برپا کیے، کتنے گھر اجڑ گئے، کتنی لڑکیاں عالمِ شوق میں روندی گئیں۔ بے ضرر دوستی باور کروا کر رگید ڈالی گئیں، اعداد وشمار سامنے لائے کب جاتے ہیں۔ یہ پنڈورا باکس اچانک کھل گیا ورنہ گھٹ گھٹ مرنے کا حال تھا۔ بچیوں کو اقبال والی 'ایک مکڑی اور ایک مکھی' تک نہ پڑھائی کہ ہوش کے ناخن لینا سیکھتیں۔ اپنے تحفظ کی فکر ہوتی۔ سبھی شریکِ جرم ہیں۔ صرف بدکردار مردوں کو مطعون کرنا لاحاصل ہے۔ دور دراز شہروں کے غیر محفوظ ہوسٹلوں میں کم عمر ناتجربہ کار بچیاں پھینک دینی؟ بلامبالغہ ہر جگہ راقمہ نے باپوں کو ذمہ دار پایا۔ اعلیٰ تعلیم بیٹیوں کو دلوانے کا ہیضہ انہی کو ہوا۔ ماؤں نے شکایت کی کہ کم عمری میں بچوں بچیوں کو موبائل لے کر دینے میں بھی انہی کا حصہ تھا۔ ترقی پسندی کے شوق نے یہ دن دکھائے۔ چرب زبان، کتابوں سے دور، ایمان، تاریخ، ملک وقوم کے لیے دردمندی سے بے بہرہ میڈیا والوں کی عقل بے مایہ سے رہنمائی لیتے ہم نے یہ دن دیکھے۔ پیسے کی خدائی، حب دنیا کی حرص وہوس نے لوٹ لیا۔ مشرف کی شترِ بے مہار لبرلزم کے بعد اسی کے پروردہ مشیر، وزیر تعلیم کا عمران خان دور میں ڈی جے اور خان کے دو آتشے سے لیس، اقتدار بھسم کرنے آن پہنچے۔ زبان وبیان، سوشل میڈیا، لڑکے لڑکیاں بازو لہراتے ٹھمکتے۔ رہی سہی کسر نکالتے 'اسلامی ٹچ' دینے کو ڈھول جھونکی شرعی اصطلاحات کا دھوکا ہمراہ رہا۔ کچھ اسلامی شخصیات بھی اس جھانسے میں آ گئیں! یہاں تک کہ 9 مئی کو سبھی کی آنکھ کھل گئی۔ اب آئی ایم ایف کے لارے لپے، سیاسی گھمسن گھیریاں ہیں اور عوام کا مہنگائی کے تھپیڑوں سے حشر نشر ہے۔ لبرل تو موجودہ حکمران بھی اتنے ہی ہیں۔ ملک بنا تھا الٰہ واحد کی حکمرانی کے کلمے پر، مگر آج سیاست (ہمیشہ سے بڑھ کر) گورے کی غلامی کی مشتاق وولدادہ بلکہ بھکاری ہے۔ اب تو اسے بیک وقت امریکا، یورپ، روس، چین، مالدار عرب حکمران سب ہی کو (عروسِ ہزار داماد بنے) خوش رکھنا ہے۔ (بصد معذرت)۔ اخلاقیات پر مٹی ڈال کر یہ بہت جلد آگے چل دیں گے۔ مفلسی میں گیلے آٹے والی قوم کے پاس یہ لگژری کہاں کہ وہ مغربی اخلاقیات سے لڑائی مول لیں اور سافٹ امیج خراب کریں۔ یونیورسٹیاں رشک امریکا ویورپ ہوگئی ہیں۔ بچے بچیاں چینی کورین ڈرامے کورین بینڈ کے عاشق ودیوانے ہوئے (بلااستثناء) پھر رہے ہیں۔ (پانچویں جماعت سے یونیورسٹیوں تک کتے کھانے والی قوم کے دھت ہوکر ناچنے والوں پر فدا BTS بینڈ کی تصاویر، بیج وغیرہ اسکول کالج کی بچیوں کے بستوں میں پائی جاتی ہیں۔ اپنے گھر، نسل کی دنیا آخرت کی فکر کریں۔

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا!

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(27 تا 31 جولائی 2023ء)

جمعرات (27-جولائی) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔ ایک سابقہ رفیق، عبدالباسط کا انتقال ہو گیا تھا، ان کا جنازہ پڑھایا۔

جمعہ (28-جولائی) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں نماز جمعہ کے لیے بمع اہل وعیال شرکت کی اور اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ عاشورہ کی چھٹیوں کے دوران گھر پر تنظیمی مصروفیات رہیں۔

پیر (31-جولائی) کو جامعۃ الرشید (کراچی) کے حضرات کے زیر تحت حرمت قرآن کے موضوع پر طلبہ کے ایک پروگرام میں شرکت اور گفتگو کا موقع ملا۔ حلقہ کراچی وسطی کے زیر اہتمام فیملی تربیتی اجتماع میں اہل خانہ کے ساتھ (جز وقتی) شرکت اور خطاب فرمایا۔ باقی معمول کی مصروفیات رہیں۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافت راشدہ کا نظام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

عدل سے کام لو یہی تقویٰ کے قریب تر ہے

(سورۃ المائدہ: 8)

تنظیم اسلامی www.tanzeem.org

ہماری دعوت کا اوّلین میدان...... ہمارا گھر

مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت، تنظیم اسلامی

گھر انسانی معاشرہ کی بنیادی اکائی ہے۔ بہت سے گھر مل کر ایک محلہ بناتے ہیں۔ پھر بہت سے محلے مل کر گاؤں اور قصبہ کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اسی طرح شہر، ملک اور خطے وجود میں آتے ہیں۔ بہت سے گھر مل کر ایک معاشرہ کو جنم دیتے ہیں۔ اگر ہر ہر گھر درست ہوجائے تو معاشرہ درست ہوسکتا ہے۔

پھر دنیا میں انسان کے لیے سب سے زیادہ سکون کی جگہ گھر ہی ہوتا ہے۔ گھر میں ایک ساتھ رہنے والے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے لیے قُرب اور محبت رکھتے ہیں۔

اسی محبت اور قُرب کا نتیجہ ہے کہ والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد کا مستقبل سنور جائے۔ انہیں اپنی آئندہ زندگی میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام والدین ہی اپنی اپنی سمجھ اور اپنی ترجیحات کے مطابق اپنے گھر کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کچھ کے نزدیک سماجی رویے بہت اہم ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے نزدیک مال و دولت کی اہمیت ہوتی ہے، وہ اپنی اولاد کو مال کمانے کے گُر سکھاتے ہیں۔ مقتدر طبقات کے لوگ اپنی اولاد کو حکمرانی کے طور طریق اور سیاست سکھاتے ہیں۔ تاہم عام لوگوں کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ان کی اولاد تعلیم حاصل کرے، پڑھ لکھ کر بہت اچھی نوکری کرے یا اعلیٰ کاروبار کرے اور مادی طور پر بھی والدین اپنی اولاد کی تمام ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنی اولاد کو اچھا کھلائیں، اچھا پہنائیں اور اچھی جگہ ان کی شادی کریں۔

لیکن سربراہِ خاندان کی اس سے بڑھ کر بھی ایک بہت اہم ذمہ داری ہے جس کی طرف عموماً توجہ نہیں دی جاتی اور وہ ہے اپنے اہل وعیال کی آخرت کی کامیابی اور آخرت کی فوز وفلاح کی فکر کرنا تاکہ وہ جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کرسکیں اور جہنم کے ابدی عذاب سے بچ جائیں۔

سورۃ تحریم آیت نمبر 6 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر۔ اس پر بڑے تندخو، بہت سخت دل فرشتے مامور ہیں۔ اللہ ان کو جو حکم دے گا وہ فرشتے اس کی نافرمانی نہیں کریں گے اور وہ وہی کریں گے جس کا انہیں حکم دیا جائے گا۔''

اس آیت کی تشریح میں بانیٔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں اہل ایمان کو ان کے اہل وعیال کے بارے میں خبردار کیا جارہا ہے کہ بحیثیت شوہر اپنی بیویوں کو اور بحیثیت باپ اپنی اولاد کو دین کے راستے پر ڈالنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ یہ مت سمجھو کہ ان کے حوالہ سے تمہاری ذمہ داری صرف ضروریات زندگی فراہم کرنے کی حد تک ہے، بلکہ ایک مومن کی حیثیت سے اپنے اہل وعیال کے حوالہ سے تمہارا پہلا فرض یہ ہے کہ تم انہیں جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرو۔ اس کے لیے ہر وہ طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کرو جس سے ان کے قلوب واذہان میں دین کی سمجھ بوجھ، اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور آخرت کی فکر پیدا ہوجائے تاکہ تمہارے ساتھ ساتھ وہ بھی اس جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ جہنم پر مامور فرشتے مجرموں کو جہنم میں جلتا دیکھ کر ان پر رحم نہیں کھائیں گے اور نہ ہی ان کے نالہ وشیون سے متاثر ہوں گے۔ تو کیا ہم ناز ونعم میں پلے اپنے لاڈلوں کو جہنم کا ایندھن بننے کے لیے ان سخت دل فرشتوں کے سپرد کرنا چاہتے ہیں؟ ہم میں سے ہر ایک کو اس زاویہ سے اپنی ترجیحات کا سنجیدگی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اپنے اہل وعیال کو جنت کی طرف لے جارہے ہیں یا جہنم کا راستہ دکھارہے ہیں؟

اپنے بہترین وسائل خرچ کرکے اپنی اولاد کو ہم جو تعلیم دلوارہے ہیں، کیا وہ ان کو دین کی طرف راغب کرنے والی ہے یا ان کے دلوں میں بغاوت کے بیج بونے والی ہے؟ اگر تو ہم اپنے اہل وعیال کو اچھے مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کررہے اور ان کے لیے ایسی تعلیم وتربیت کا اہتمام نہیں کررہے جو انہیں دین کی طرف راغب کرنے اور فکرِ آخرت سے آشنا کرنے کا باعث بنے تو ہمیں جان لینا چاہیے کہ ہم محبت کے نام پر ان سے عداوت کررہے ہیں۔'' (بیان القرآن جلد ہفتم صفحہ 289)

آیئے! احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کی کیا اہمیت ہے؟ اور اس کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے 'لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' کہلواؤ اور موت کے وقت ان کو اسی کلمہ 'لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' کی تلقین کرو۔'' (شعب الایمان للبیہقی)

انسانی ذہن کی صلاحیتوں کے بارے میں جدید تجربات اور تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ پیدائش ہی کے وقت سے بچے کے ذہن میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ جو آوازیں کان سے سنے اور آنکھوں سے جو کچھ دیکھے، اس سے اثر لے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو ان کو نماز کی تلقین کرو۔ اور جب وہ دس سال کے ہوجائیں تو نماز میں کوتاہی پر ان کو سزا دو اور ان کے بستر بھی الگ کردو۔''

اصل میں بچے سات سال کی عمر میں سمجھدار اور باشعور ہوجاتے ہیں۔ اس عمر میں ان کو خداپرستی کے راستے پر ڈالنا چاہیے اور اس کے لیے ان سے نماز کی پابندی کرانی چاہیے۔ دس سال کی عمر میں ان کا شعور کافی ترقی کرجاتا ہے اور ان کے بلوغ کا زمانہ بھی قریب آجاتا ہے۔ اس وقت نماز کے بارے میں ان پر سختی کرنی چاہیے اور اگر وہ کوتاہی کریں تو مناسب طور پر ان کی سرزنش بھی کرنی چاہیے۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی دعوت وتبلیغ کے لیے یہی طریق کار اختیار کیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے والد آزر کو دین کی دعوت دی۔ جس کا تذکرہ سورۃ مریم آیات 42 تا 45 میں موجود ہے:

''یاد کیجیے جب ابراہیم نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! آپ کیوں بندگی کرتے ہیں ایسی چیزوں کی جو نہ سن سکتی ہیں اور نہ دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی آپ کے کچھ کام آسکتی ہیں۔ ابا جان! یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا پس آپ میری پیروی کیجیے میں آپ کو دکھاؤں گا سیدھا راستہ۔ ابا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کیجیے شیطان یقیناً رحمٰن کا نافرمان تھا۔ ابا جان! مجھے

اندیشہ ہے کہ رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب آپ کو آ پکڑے اور پھر آپ شیطان ہی کے ساتھی بن کر رہ جائیں۔''

''یا أبت'' کی تکرار سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام انتہائی محبت اور دلسوزی کے ساتھ باپ کو سمجھا رہے ہیں کہ آپ شیطان کی بندگی مت کیجئے اور میری پیروی کیجئے۔ میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ پھر آخرت کے برے انجام سے بھی خبردار کرتے ہیں۔ پھر اپنے والد اور اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ سے نماز کا عادی بنانے بالفاظ دیگر سیدھے راستہ پر چلانے کی دعا کرتے ہیں۔ اور اپنے والدین کے لیے استغفار کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام باتیں ہماری رہنمائی کے لیے درج کی ہیں کہ اپنے اہل وعیال، اپنے والدین سے محبت کا اولین تقاضا ہے کہ انہیں سیدھے راستے پر چلانے کی کوشش کی جائے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی جائے۔

نبی اکرم ﷺ کی دعوت میں بھی ہمیں یہی انداز نظر آتا ہے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں میں آپ ﷺ کی اہلیہ حضرت خدیجہ ؓ، غلام حضرت زید بن حارثہ ؓ، چچازاد بھائی حضرت علی المرتضیٰ ؓ اور جگری دوست حضرت ابوبکر صدیق ؓ شامل ہیں۔

اہل خانہ کی تربیت بہت محبت اور دلسوزی کے ساتھ کرنی چاہیے۔ تاہم کبھی کبھی تادیب کے لیے سختی بھی ضروری ہوتی ہے۔ مگر اس سختی کا استعمال بھی حکمت کے ساتھ ہونا چاہئے۔ حد سے زیادہ مار پیٹ کے نتائج الٹ نکلتے ہیں۔ بچے تعلیم ہی سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ''کھلاؤ سونے کا نوالہ اور دیکھو شیر کی آنکھ سے''

اہل وعیال کی تربیت کے ضمن میں یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ ان کی محبت حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرنے پائے۔ سورۃ التغابن آیت 14 میں ارشادِ ربانی ہے:

''اے ایمان کے دعوے دارو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں' سو ان سے بچ کر رہو۔ اور اگر تم معاف کر دیا کرو اور چشم پوشی سے کام لو اور بخش دیا کرو تو اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

آج ہمارے معاشرے کے روایتی مسلمانوں کو تو بیوی، بچوں کی دشمنی والی بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ لیکن اگر کوئی بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کسی انقلابی تحریک کے کارکن کی حیثیت سے اقامتِ دین کی جدوجہد میں مصروف ہو تو اس پر یہ حقیقت بہت جلد واضح ہو جاتی ہے کہ اس راستے میں بیوی بچوں کی محبت کس طرح پاؤں کی زنجیر بن جاتی ہے۔ بیوی کی بے جا فرمائشیں، بچوں کی حد سے بڑھی ہوئی ضروریات، ان کی اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیم کے اخراجات اگر حلال کی کمائی سے پوری نہیں ہوں گی تو انسان کیا کرے گا۔ یا تو حرام میں منہ مارے گا یا ڈالر کمانے ملک سے باہر جائے گا۔ دونوں صورتوں میں بچوں کی اسلامی خطوط پر تربیت نہ ہو سکے گی اور ان کی آخرت برباد ہو کر رہ جائے گی۔

یہ معاملہ چونکہ بہت نازک اور حساس ہے۔ اس لیئے اگلے جملے میں اہل وعیال کے ضمن میں نرمی اختیار کرنے کی تلقین کی جارہی ہے کہ اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے اپنے اہل وعیال کے معاملات کو نرمی اور حکمت سے نمٹاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا گھر صبح و شام میدان جنگ کا نقشہ پیش کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے ہر آدمی نگہبان ہے اور ہر آدمی اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔'' (متفق علیہ)

اس حدیث مبارکہ کے مطابق ہم اپنے اہل خانہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہیں کہ ان کے ضمن میں ہم نے اپنی ذمہ داری نبھائی یا نہیں۔ اسی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء کے لیے یہ لازمی کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال اور اپنے زیر کفالت افراد کی تربیت کے لیے ایک ''گھریلو اُسرہ'' کا قیام عمل میں لائیں۔ مبتدی رفقاء اور احباب کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے اہل خانہ کی تربیت کے لیے ''گھریلو اُسرہ'' ضرور قائم کریں۔ سربراہِ خاندان خود اس اسرہ کا منتظم ہو اور خاتون خانہ اس کام میں شوہر کی معاونت کریں۔ بہتر ہوگا کہ یہ مجلس ہفتہ وار منعقد کی جائے اور اس کا دورانیہ کم از کم ایک گھنٹہ ہو۔

اسرہ کا نصاب درج ذیل تجویز کیا جارہا ہے جس کی ذمہ داری گھرانہ کے مختلف افراد مل جل کر نبھائیں۔

1) تلاوت اور ترجمہ قرآن
2) آداب زندگی (محمد یوسف اصلاحی) سے بنیادی اخلاقیات کا مطالعہ
3) سیرۃ النبی ﷺ (ترجمہ الرحیق المختوم) کا سلسلہ وار مطالعہ
4) سیرتِ صحابہ ؓ / صحابیات ؓ کا مطالعہ
5) مشہور دینی شخصیات کے دل پر اثر کرنے والے واقعات

عمر کے مختلف ادوار میں بھی تعلیم وتربیت کا مختلف انداز بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ 10 سال کی عمر تک پیار محبت سے، اس کے بعد ہلکی پھلکی سختی اور پھر جوانی کے دور میں صرف دلائل اور محبت کے ساتھ بات سمجھانی چاہیے۔

دورِ حاضر میں سکول، کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم نہ صرف سیکولر ہے بلکہ دین سے دور کرنے والی بھی ہے۔ ایمان میں شکوک پیدا کرتی ہے۔ اس کائنات کے علم کو ہی اصل علم قرار دیتی ہے۔ طبیعیات کے قوانین کو حتمی قرار دیتی ہے۔ تعلیم کا پورا زور جسم، کائنات اور حیات دنیوی کی طرف ہے۔ اللہ، روح اور حیات اُخروی کی طرف بالکل توجہ نہیں۔ ان حالات میں تو اب ہماری ذمہ داری اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ گھر پر ان کی دینی تعلیم کا بندوبست کریں اور مروجہ تعلیمی اداروں کی پھیلائی ہوئی گمراہی اور مغالطوں کو دور کرنے کی فکر کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ خود بھی دین کو قائم کرنے کی جدوجہد میں حصہ لیں اور اس جدوجہد میں اپنے اہل وعیال کو بھی شریک کریں۔ تاکہ غلبۂ دین کی راہ ہموار ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اہل وعیال کی تربیت کے ضمن میں ہماری مدد فرمائے۔ ہمارے والدین اور ہمارے اہل وعیال سمیت تمام مومنین کی مغفرت فرمائے۔ آمین یارب العالمین! ❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ رفیق تنظیم، عمر 38 سال، جٹ ملی کو عقد ثانی (پہلی بیوی سے خلعہ)، تعلیم ایم اے (میڈیا پروڈکشن)، برسرروزگار، راولپنڈی میں ذاتی گھر، کے لیے تعلیم ماسٹرز، عمر 28 تا 35 سال، گھریلو امور کی ماہر، مذہبی، باحجاب، قرآنی تعلیمات سے آراستہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ (لڑکی کی والدہ یا قریبی رشتہ دار خواتین رابطہ فرمائیں۔)

برائے رابطہ: 0333-5199641

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی خوش اطوار ہمشیرہ، مطلقہ (ساتھ ایک بیٹی) عمر 32 سال، قد "5'.5، تعلیم بی ایس سی (فائن آرٹ)، آن لائن تفسیر قرآن کورس، کے لیے دینی مزاج کے حامل پہلی یا دوسری شادی کے خواہشمند نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4129464

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

Hereafter is asserted but it is practically devoid of the living faith, which was described by the Prophet Muhammad *(SAAW)* when he commanded:

((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ))

[رواه البخاری، عن عبداللہ بن عمر]

"Live in this world like a stranger or wayfarer."

Similarly, the prophethood of Muhammad *(SAAW)* is not denied, yet there is no real love or heart-felt attachment to him. For the more progressive elements, the Prophet had a role hardly higher than that of a postman or a leader of the social life of the Muslim community. Even those who hold the *Sunnah* (practice of Prophet Muhammad *(SAAW)*) as definitive and fundamentally important in religious matters, have created a loop-hole in it by making a distinction between *Sunnahadat* (habits) and *Sunnah risalat* (messenger-hood). This bifurcation has made it possible for those who propound it to live freely at least their private lives in harmony with the fashionable trends of the times. In a word, faith is upheld only to the extent that suffices for one to be called a 'Muslim' in the legal sense of the term. The inner experience of faith that truly fulfills and validates the propositions of Islamic belief is not present. Indeed, nobody seems to be aware of its importance and indispensability.

Ref: An excerpt from the English translation of the Book "اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام" by Dr Israr Ahmad *(RAA)*; "ISLAMIC RENAISSANCE: The Real Task Ahead" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

گوشۂ انسدادِ سود

(گزشتہ سے پیوستہ)

شریعت اپیلیٹ بینچ کا یہ فیصلہ ایوان ہائے اقتدار وطبقہ ہائے استحصال کے لیے ایک شمشیر برہنہ کی صورت اختیار کر گیا اور اُن تمام مفاد یافتہ طبقات نے یک زبان اعلیٰ عدالت سے ''دادرسی'' کے لیے رجوع کیا جن کے مفادات پر حرف آنے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ جون 2001ء آنے سے پہلے پہلے حکومت نے ایک درخواست شریعت بینچ کے سامنے دائر کی جس میں فاضل عدالت سے درخواست کی گئی تھی کہ سودی نظام کو ختم کرنے کے لیے مزید دو سال کی مہلت دی جائے۔ بظاہر یہ درخواست حکم امتناعی کی عرضی تھی جو جون 2001ء سے پہلے ہی UBL کے ذریعے داخل دفتر کروائی گئی تھی۔ چنانچہ اس عرضی کی بنیاد پر عدالت نے درخواست منظور کرتے ہوئے دو سال کی بجائے ایک سال کی مہلت دی اور ہدایت کی کہ جون 2002ء تک مطلوبہ آئینی و انتظامی اقدامات مکمل کر لیے جائیں۔ ایمانداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ حکومتِ وقت اپنی استدعا پر حاصل ہونے والی اس مہلت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے خلوصِ نیت کے ساتھ قوانین کی تبدیلی کا کام مکمل کرتی۔ لیکن عملاً کوئی خاطر خواہ پیش رفت نہ کی گئی بلکہ حسبِ معمول سود کی بنیاد پر نئی سکیموں کا اجراء اور نئے قرضے حاصل کرنے کا اہتمام کیا جاتا رہا۔

جب عدالت کی دی ہوئی مہلت ختم ہونے کو آئی تو UBL کی جانب سے اب نظر ثانی کی ایک درخواست عدالت میں داخل کی گئی۔ اس دوران ایک بڑا واقعہ یہ رونما ہو چکا تھا کہ PCO پر حلف نہ اٹھانے کی بنا پر جسٹس خلیل الرحمن خان اور جسٹس وجیہہ الدین احمد ریٹائر کر دیے گئے......' جسٹس محمود احمد غازی بھی ایک اور حکومتی عہدے پر فائز ہونے کی بنا پر شریعت اپیلیٹ بینچ کا حصہ نہ رہے۔ صرف جسٹس منیر اے شیخ اور جسٹس مفتی مولانا محمد تقی عثمانی بطورِ فاضل جج بینچ کا حصہ باقی رہ گئے۔ لیکن سماعت سے متصلاً قبل ایک بڑا ''دھماکہ'' یہ کیا گیا کہ جسٹس مولانا تقی عثمانی' جو سود سے متعلق اپیل کا فیصلہ لکھنے والے ججوں میں شامل تھے اور اپنی علمی و دینی وجاہت کے اعتبار سے باقی تمام ججز میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے' انہیں بغیر کوئی وجہ بتائے اپیلیٹ بینچ سے فارغ کر دیا گیا' اور علماء نشستوں پر نئے بینچ میں جناب علامہ خالد محمود اور جناب رشید احمد جالندھری کو شامل کر لیا گیا۔ اس طرح نظر ثانی کی درخواست کی سماعت جس بینچ نے کی اُس میں سابقہ بینچ کے شرکاء میں سے صرف جسٹس منیر اے شیخ باقی رہ گئے اور باقی تمام حضرات کی نئے ججز کے طور پر تقرری عمل میں لائی گئی۔ چنانچہ اس نئے بینچ میں جسٹس شیخ ریاض احمد کو بطور چیئر مین منتخب کیا گیا۔ جبکہ جسٹس قاضی محمد فاروق' جسٹس ڈاکٹر خالد محمود اور جسٹس رشید احمد جالندھری کو اس بینچ کا حصہ بنا دیا گیا۔

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 475 دن گزر چکے!

The Movements for 'Islamic Renaissance' and their Misconceived Notion of Faith

The movements for 'Islamic Renaissance', 'establishment of government according to the Will of God', and 'enforcement of the Islamic system of life' were started in various Muslim countries. Of all these, *Al-Ikhwan Al-Muslemoon*, which began in Egypt was the most prominent in point of quantitative strength and emotional fervor. The Indo-Pak subcontinent's *Jama'at-e-Islami* however, occupies a distinguished place among these movements, based as it is, on a solid and strongly defended thought-system.

These movements have been active in Muslim countries for more than half a century and a substantial sum of Muslim youth have been influenced by them. But it is an irony of history that practically none of these movements has achieved any remarkable success. Rather it seems as if they have outlived the span of their lives, and the moment is not yet ripe when the fond hopes for the renaissance of Islam can be realized. Egypt's *Al-Ikhwan Al-Muslemoon* has met almost complete disintegration within the country, and its few remaining members are scattered all over the Middle East and Europe. The Indo-Pak subcontinent's *Jama'at-e-Islami* fared no better, a greater portion of its potentialities having been spent up in the politics of Pakistan. At the moment it has hardly any program other than joining hands with various political parties in the struggle for democracy.

One may think that the real cause of the failure of these revivalist movements lies in the impatience of their leaders. That is to say, they perhaps hastily, without first changing the minds of a considerable number of the country's intelligentsia, took part in active politics, which resulted in premature clash with the national leadership and the so-called 'progressive' elements. But in truth their failure is a direct result of their misconceived notion of faith and the error in their view of Islam.

These movements' understanding and view of Islam are based on the same Western standpoint, preferring material existence and worldly pursuits to spirit and the life Hereafter. Though the metaphysical beliefs of Islam, which collectively constitute Islamic faith, are affirmed in their studies of Islam, they have not been properly stressed. Their gaze has been exclusively fixed on the teachings and precepts which Islam has laid down for the multifarious practical aspects of life and to which they have given the name of *Islami Nizam-e-Hayat* (Islamic System for Life). Their interpretation of Islam affirms all the religious beliefs but it lacks the inner state of deep faith in God (*Iman Billah*) which alone makes us know Him as the only absolutely powerful agent and the ultimate cause within us and in the cosmos. The belief in the

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.31

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore